Advertisement at Urdu Palace

Are you looking for an affordable website to advertise your business?
Urdu Palace offers lowest rates for all advertisers.
For Advertisement of your brand or business on our website call us or contact through

Whatsapp on following numbers:+92-348-8709449,+92-303-5110135

www.urdupalace.com

ناولٹ

پتھر کا دیس

مدیحہ شاہد

وہ ایک شاپنگ مال کے پارکنگ ایریا میں اپنی سفید مہران کے قریب کھڑا گاڑی لاک کر رہا تھا۔ ایک ہاتھ سے گاڑی کے دروازے کے کی ہول میں چابی گھما رہا تھا۔ دوسرے ہاتھ میں سن گلاسز تھے..... جنہیں اس نے بڑی بے پروائی سے پہنا..... گاڑی لاک کر کے وہ مڑا اور کی چین جینز کی دائیں جیب میں اڑس لی۔ وہ اینٹرنس کی جانب چلتے ہوئے دفعتاً رک گیا۔

بلو جینز اور بلیک شرٹ میں ملبوس، چھ فٹ سے

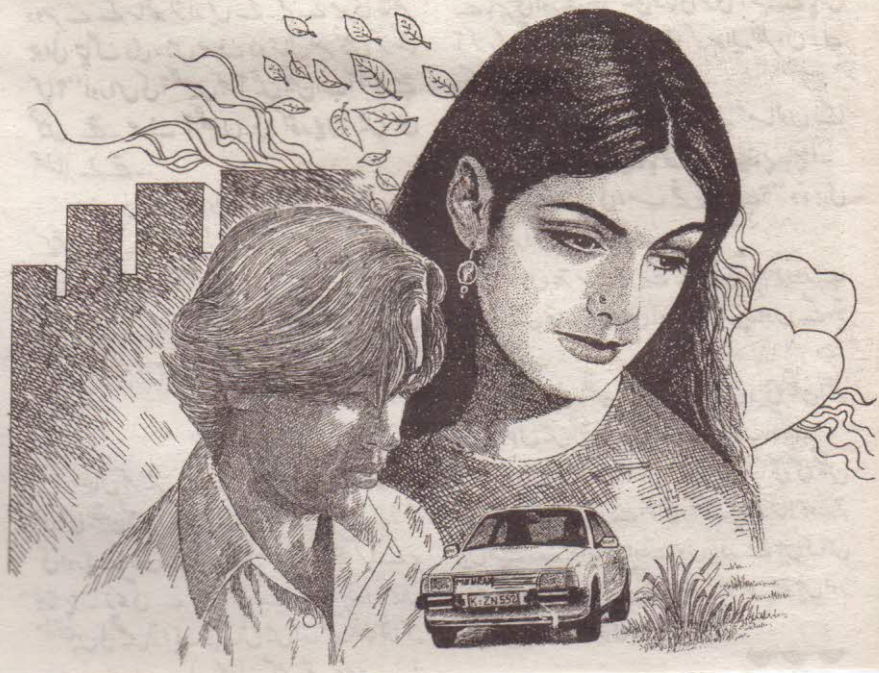

www.urdupalace.com

نکلتا قد، چمکدار اور روشن آنکھیں اور انداز میں بے نیازی..... بلاشبہ وہ اس وقت پارکنگ میں موجود تمام لوگوں میں ممتاز لگ رہا تھا۔

اس نے سامنے کی طرف دیکھا جہاں ایک لڑکی حواس باختگی کے عالم میں اسے وہیں رکنے کا اشارہ کررہی تھی۔ وہ حیران ہوا کہ بھلا یہ کون اجنبی لڑکی تھی اس نے رخ موڑ کر اپنی گاڑی کی طرف دیکھا کہ کہیں اس سے پارکنگ میں تو کوئی غلطی نہیں ہوگئی مگر گاڑی تو بالکل ٹھیک پارک ہوئی تھی۔

لڑکی کے ایک ہاتھ میں شاپنگ بیگ تھا، دوسرے ہاتھ سے اپنے بال پیچھے کرتی وہ تیزی سے قدم اٹھاتی اس کے قریب آرہی تھی۔ اس کے چہرے پر شدید حیرانی تھی اور پریشانی بھی..... لڑکی کی نظریں کبھی اس کی طرف تو کبھی اس کی گاڑی کی طرف اٹھتیں..... وہ اسے دیکھ کر بری طرح ٹھٹک گیا۔ ایک حواس باختہ، اجنبی، حیران پریشان سی لڑکی..... وہ بری طرح چونک ہی تو گیا تھا۔

''جی محترمہ! آپ نے مجھے رکنے کا اشارہ کیا؟'' لڑکی کے قریب آنے پر اس نے شائستگی سے پوچھا۔

''یہ..... یہ گاڑی.....؟'' حواس باختہ لڑکی کے منہ سے الفاظ ٹوٹ، ٹوٹ کر نکلے..... اس کے چہرے پر گزرے زمانوں جیسی تھکن تھی۔ اس نے چہرہ موڑ کر گاڑی کی سمت دیکھا۔

''میری گاڑی ہے۔'' شہرام نے جیسے لڑکی کو یقین دلایا۔

''آپ کی گاڑی ہے یہ؟'' انگلی سے گاڑی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لڑکی نے بے یقینی سے کہا اس کی آنکھیں گہری ہوتی شام جیسی اداس تھیں۔

شہرام کو محسوس ہوا جیسے وہ لڑکی کسی ذہنی دباؤ کا شکار ہے اس نے بغور اس لڑکی کو دیکھا..... حلیے سے تو وہ خاصی معقول لڑکی لگتی تھی اور خاصی خوب صورت بھی تھی۔ اس نے سرخ اور فیروزی امتزاج کا کرتہ اور چوڑی دار پاجامہ پہنا ہوا تھا۔ چنری کا دوپٹا اس کے لباس کو مزید نکھار رہا تھا۔ سیدھے سیاہ بال کمر تک آرہے تھے۔ چہرے پر کوئی میک اپ نہیں تھا اور اسے میک اپ کی ضرورت بھی نہیں تھی۔

''محترمہ! لگتا ہے کہ آپ کو کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔'' شہرام نے گلا کھنکھار کر قدرے سنجیدگی سے کہا۔

''نہیں..... مجھے کوئی غلط فہمی نہیں ہوئی۔ یہ آپ کی گاڑی نہیں ہوسکتی۔'' لڑکی نے غائب دماغی کے عالم میں گاڑی کا نمبر دُہرایا۔ شہرام بھونچکا رہ گیا۔ اسے اس اجنبی لڑکی پر شدید غصہ آیا۔ یہ شاید شہرام سے فری ہونے کا کوئی بہانہ تھا۔ اسے ایسے بہت سے تجربات ہوچکے تھے۔ لڑکیاں اس سے فرینک ہونے کے عجیب و غریب بہانے بنایا کرتی تھیں۔ وہ ایسی ہی دلکش شخصیت کا مالک تھا۔

''محترمہ! میرے پاس آپ کی ان بے سروپا باتوں کا کوئی جواب نہیں ہے..... اب میں چلتا ہوں، مجھے دیر ہورہی ہے۔'' وہ کلائی پر بندھی گھڑی دیکھ کر بیزاری سے بولا۔ وہ ان لڑکوں میں سے نہیں تھا جو لڑکیوں کا بلاوجہ فری ہونا پسند کرتے ہیں۔

''نہیں..... پلیز رکیے، میری بات تو سنیں۔'' وہ یک دم شہرام کے سامنے آگئی۔ اس کی آنکھوں میں شدید اضطراب تھا..... چہرے پر ریت اڑتے صحراؤں جیسی ویرانی تھی..... اس کی پلکیں اوس میں بھیگی کلیوں کی طرح نم ہوگئی تھیں۔

''محترمہ آپ کون ہیں، میں آپ کو بالکل نہیں جانتا ہوں..... میں سمجھ نہیں پارہا کہ آپ کی ان باتوں کا کیا مقصد ہے..... یہ گاڑی میری نہیں تو کیا آپ کی ہے؟'' شہرام کے لہجے کی شائستگی یک دم غائب ہوگئی..... وہ قدرے ترشی سے بولا۔

''جی..... یہ گاڑی میری تھی۔'' لڑکی نے اپنے آنسو پونچھے..... ٹوٹے آئینوں جیسا کرچی، کرچی لہجہ شہرام کو بری طرح چونکا گیا۔

وہ عجیب صورتِ حال سے دوچار تھا۔ اس جم غفیر والے شاپنگ مال کے باہر ایک حسین لڑکی اس کے

www.urdupalace.com

چھڑاتے ہوئے کہا۔

''جی ٹھیک ہے..... آپ کا بہت شکریہ..... میں کن الفاظ میں آپ کا شکریہ ادا کروں۔'' وہ بے انتہا ممنون نظر آنے لگی۔

شہرام نے دل میں سوچا کہ پتا نہیں کس چیز کا شکریہ ادا کر رہی ہے۔ کوئی عجیب ہی لڑکی ہے، وہ موقع غنیمت جان کر فوراً مال کے انٹرنس کی طرف چلا گیا۔ جہاں کافی رش تھا۔ سیل کا سیزن تھا۔ وہ خواتین اور بچوں کو راستہ دیتا سائڈ پر ہو گیا۔ دیوار کے ساتھ کھڑے ہوئے اس نے یونہی سڑک کی طرف دیکھا۔ سڑک کے کنارے وہ اجنبی لڑکی ایک رکشے میں بیٹھ رہی تھی۔ شہرام اندر جانا بھول گیا۔ اسے کھڑے، کھڑے چودہ لاکھ کی آفر کرنے والی لڑکی ایک معمولی سے رکشے میں بیٹھ کر جا رہی تھی۔ اس کی آنکھیں حیرت سے سڑک پر جمی رہ گئیں۔ رکشا سڑک پر تیزی سے دوڑنے لگا۔ شہرام نہ چاہتے ہوئے بھی اس اجنبی لڑکی کے بارے میں سوچے جا رہا تھا۔ لڑکی تھی یا کوئی پہیلی، وہ حیرت کے سمندر میں غوطہ زن تھا۔ واقعی زندگی میں کچھ اتفاقات بہت عجیب ہوتے ہیں۔ ناقابلِ یقین، ناقابلِ فہم.....

☆☆☆

شہرام اور احمر لان میں بنفشی پھولوں کی کیاری کے پاس بیٹھے تھے۔ دونوں کی کرسیوں کے درمیان چھوٹی سی میز دھری تھی جس پر کافی کے دو مگ اور فرنچ فرائز سے بھری پلیٹ رکھی تھی۔

''یہ اچانک تم نے میرے گھر پر کیسے چھاپا مارا ہے؟'' احمر نے چپس کھاتے ہوئے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''یہ گاڑی تم نے کس سے خریدی تھی؟ کب لی تھی؟ کن لوگوں سے لی؟''

''کون سی بھئی.....؟'' احمر نے عجیب طرح سے پوچھا۔

''یہی سفید مہران..... جو میں نے تم سے خریدی تھی؟'' شہرام نے کافی پیتے ہوئے کہا۔ احمر کا پلیٹ میں سے چپس اٹھاتا ہاتھ رک گیا۔ اسے اس سوال کی قطعاً توقع نہیں تھی۔ نہ جانے کیوں وہ کنفیوز سا نظر آنے لگا۔

''کیوں؟'' احمر محتاط ہوا۔ اس نے پُراسرار نظروں سے شہرام کو دیکھا۔ شہرام نے سیکنڈ کے ہزارویں حصے میں احمر کی آنکھوں کی پُراسراریت پڑھ لی تھی۔

''میں یونہی پوچھ رہا ہوں، آج مال میں ایک اجنبی لڑکی ملی تھی۔ میری گاڑی کو دیکھ کر چونک گئی، کہنے لگی کہ یہ اصل میں اس کی گاڑی ہے۔ میں نے بہ مشکل سمجھایا کہ محترمہ آپ کو کوئی غلط فہمی ہوئی ہے مگر محترمہ کی سمجھ میں میری بات نہیں آئی۔'' احمر بری طرح چونکا تھا اس کے پورے وجود میں اضطراب پھیل گیا۔

''کون؟ کون لڑکی تھی؟ کیا نام تھا؟'' اس نے بوکھلا کر بڑی بے چینی سے پوچھا۔ شہرام کو اس کی بے چینی اور چونکنے پر حیرت ہوئی۔ اسے لگا کہیں نہ کہیں تو گڑبڑ ضرور تھی۔

''نام کا تو مجھے پتا نہیں..... وہ لڑکی سرِراہ ملی تھی۔ نہ میں نے اس کا نام پوچھا اور نہ اس نے میرا..... مگر تم نے یہ گاڑی لی کس سے.....؟ مجھے تو یہ بتاؤ۔'' شہرام نے احمر کو بغور دیکھتے ہوئے کہا۔ احمر نے نظریں چرالیں، وہ اب کونے میں لگے منی پلانٹ کی طرف دیکھ رہا تھا۔ شہرام نے اس کا اضطراب محسوس کرلیا۔

''آں..... مجھے نام یاد نہیں..... پتا نہیں کیا بھلا سا نام تھا..... تمہیں تو پتا ہے کہ میرا شوروم ہے اور لوگ سیکنڈ ہینڈ گاڑیاں بیچتے اور خریدتے رہتے ہیں.....'' احمر نے لولا لنگڑا سا بہانہ بنایا۔

''تو پتا کر کے بتا دینا۔ اس شخص کا نام آسانی سے پتا کیا جا سکتا ہے۔'' شہرام نے اصرار کیا۔

''ہاں میں..... ضرور معلوم کر کے تمہیں بتا دوں گا۔'' احمر کو یہ وعدہ کرنا ہی پڑا۔ شہرام کافی کا مگ ہاتھوں میں تھامے کافی پی رہا تھا۔ احمر نے کافی کے مگ کو ہاتھ لگایا اور نہ دوبارہ فرائز کی پلیٹ کو..... اس کے چہرے پر گہری سوچ تھی۔

''ویسے تو مجھے تو بہت عجیب لگا جب اس..... لڑکی

www.urdupalace.com

نے مجھے راستے میں روک لیا اور گاڑی کی انکوائری کرنے لگی۔" شہرام نے کافی پیتے ہوئے احمر کو بغور دیکھا۔

"ہاں..... ویسے بہت عجیب سی بات ہے۔" احمر نے اس کی طرف نہیں دیکھا..... وہ منی پلانٹ کے سبز پتوں کو دیکھ رہا تھا۔

"نہ جانے کون لڑکی تھی!" شہرام زیرِلب بولا۔

"پتا نہیں..... کون ہو سکتی ہے۔" احمر کے لہجے میں جلتی بجھتی پہیلیاں جھلک رہی تھیں۔ اس کے چہرے پر اک پُراسراری تحریر تھی۔ اسے اندازہ نہیں تھا کہ اس تحریر کو شہرام نے پڑھ لیا ہے۔

☆☆☆

تیمور آفندی جب سے کلب سے آیا تھا مسلسل علیزہ منصور کے بارے میں سوچے جا رہا تھا..... وہ علیزہ منصور کو اتنے برسوں کے بعد دیکھ کر حیران رہ گیا تھا۔ وہ تو بالکل ہی بدل گئی تھی۔ وہ تو علیزہ منصور کو کبھی نہ پہچان پاتا اگر اس کا دوست آصف اس سے علیزہ کا تعارف نہ کرواتا..... علیزہ منصور اس کی اسکول فیلو تھی۔ یہ بارہ سال پہلے کی بات ہے اور بارہ سال انسان کو بدلنے کے لیے بہت ہوتے ہیں۔ اسے بارہ سال پہلے کا وقت یاد آیا۔ وہ بیٹھے، بیٹھے اپنے اسکول کے زمانے میں پہنچ گیا۔ جب صرف اس نے ہی نہیں بلکہ کبھی کسی نے بھی علیزہ منصور کو اہمیت نہیں دی تھی۔

علیزہ کلاس کی ایک ایوریج اسٹوڈنٹ تھی، وہ کلاس کے ان بچوں میں سے تھی جو ہر وقت ٹیچر کی ڈانٹ کھاتے رہتے ہیں اور پھر دیکھنے میں بھی وہ بس ایویں سی تھی۔ تیل لگے بالوں کی کس کر چوٹی باندھے رکھتی۔ اس کے چہرے پر بالوں کا ہلکا، ہلکا رواں بھی تھا جو اسے بدصورت بنائے رکھتا۔ حالانکہ اس کے چہرے کے خدوخال اچھے تھے مگر چہرے پر بالوں کا ہلکا رواں اور موٹی آئی بروز دیکھنے والے پر برا اثر ڈالتے۔ نہ تو وہ بہت زیادہ لائق تھی اور نہ ہی خوب صورت..... اس لیے کلاس کا کوئی بھی لڑکا اسے قابلِ توجہ نہ سمجھتا۔ کلاس میں اس سے بہت خوب صورت، لائق فائق اور قابل لڑکیاں تھیں جن کی موجودگی میں علیزہ منصور جیسی معمولی لڑکی کو بھلا کون پوچھتا..... اور وہ بڑی روتو ٹائپ لڑکی تھی۔ ذرا ذرا سی بات پر رونے لگ جاتی۔ لوگ اس کا مذاق اڑایا کرتے..... یہ وہ وقت تھا جب موبائل اور کیبل نئے، نئے روشناس ہوئے تھے۔ زمانہ بدل رہا تھا۔ میٹرک میں لڑکوں اور لڑکیوں کے سیکرٹ افیئرز بھی چلنے لگے تھے..... تیمور کا افیئر کلاس کی سب سے لائق اور خوب صورت لڑکی حمنیٰ کے ساتھ تھا۔ ایسے میں اسے علیزہ منصور جیسی لڑکی کہاں یاد رہتی۔ یہ تو وہ آج کلب میں ایک لڑکی سے بری طرح متاثر ہو گیا..... جینز اور ٹاپ پہنے، لمبے بالوں والی حسین اور اسٹائلش سی لڑکی نے اسے متجسس کر دیا تھا۔ ہائی ہیل کی سینڈل پہنے وہ بے نیازی سے اپنی سہیلیوں کے ساتھ چلتی جا رہی تھی۔ تیمور اس کے پیچھے کیفے ٹیریا تک گیا اور اس کے سامنے والی ٹیبل پر بیٹھ گیا۔ علیزہ نے ایک بار بھی تیمور کی سمت نہیں دیکھا۔ تیمور کو یہ بے نیازی بہت کھلی۔ بھلا یہ کیسے ممکن تھا کہ کوئی لڑکی تیمور جیسے وجیہہ اور شاندار بندے کو نظر انداز کر دے اور ایسا تو کبھی ہوا ہی نہیں تھا۔ تیمور نے بار، بار اسے دیکھا۔ ہلکے مہارت سے کیے گئے میک اپ نے اس کا حسن دوآتشہ کر دیا تھا۔ اس کا بے حد متناسب سراپا کسی کی بھی توجہ یونہی کھینچ سکتا تھا۔ تیمور اسے دیکھ کر مسمرائز ہو گیا اور وہیں اس کے اسکول کا پرانا دوست آصف بھی آ گیا۔ اسی نے بتایا کہ یہ سامنے بیٹھی لڑکی ان کی اسکول کلاس فیلو علیزہ منصور ہے۔ تیمور حیران رہ گیا۔ وہ علیزہ منصور جسے کبھی کسی نے کسی قابل ہی نہیں جانا تھا وہ علیزہ آج کس قدر خوب صورت دوشیزہ کے روپ میں تھی..... اس کے چہرے سے بالوں کا رواں غائب ہو چکا تھا۔ موٹی، موٹی آئی بروز اب نہایت خوب صورت تراش کے ساتھ بھلی لگ رہی تھیں۔ بالوں کی کس کر بنائی گئی چوٹی کی جگہ لمبے سیاہ چمکدار بال تھے..... بارہ سال بہت ہوتے ہیں..... انسان بدل جایا کرتے ہیں۔ اور بارہ سالوں نے علیزہ منصور کو بھی بدل دیا تھا۔

www.urdupalace.com

وہ اپنی سہیلیوں کے ساتھ باہر نکلی تو تیمور بھی اس کے پیچھے گیا اور تیمور کو حیرت کا مزید ایک اور جھٹکا لگا جب اس نے علیزہ کو مرسیڈیز میں جاتے دیکھا..... وہ ساکت کھڑا رہ گیا۔ آصف نے بتایا کہ علیزہ کے پاپا کا بہت بڑا بزنس ہے۔ بارہ سال پہلے ان کی صرف چند دکانیں تھیں۔ پھر علیزہ کے پاپا اور بڑے بھائی نے کاروبار کو پھیلا دیا۔ اب ان کے پلازے ملک کے سارے بڑے شہروں میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اور علیزہ مشہور و معروف بزنس مین منصور بلڈرز والوں کی بیٹی ہے۔ حال ہی میں امریکا سے پڑھ کر آئی ہے۔

تیمور کو پچھتاوا ہوا کہ اسکول میں اس نے فضول ترین لڑکیوں سے دوستیاں کیوں کی تھیں..... اسے تو بس علیزہ سے ہی دوستی کرنی چاہیے تھی۔ کاش وہ ہیرے کو پہچان پاتا مگر وہ دل کا جوہری نہیں تھا۔

اب اس کے پاس وقت بھی تھا اور موقع بھی..... وہ علیزہ سے دوستی کر سکتا تھا۔ اس کی زندگی میں کئی لڑکیاں آئی تھیں مگر وہ کبھی کسی سے اتنا متاثر نہیں ہوا تھا۔ تیمور کو جو چیز متاثر کرتی تھی وہ صرف علیزہ منصور میں ہی تھی۔

☆☆☆

شہرام چادر اوڑھے کروٹ لیے سو رہا تھا۔ کمرے میں اے سی کی خنکی کم ہو رہی تھی۔ لائٹ گئے آدھا گھنٹا ہو گیا تھا۔ اور یہ وقت ایسا ہوتا ہے جب گہری نیند بھی ٹوٹ جاتی ہے۔ یو پی ایس خراب تھا سو اب اگلا ایک گھنٹا بھی نیند نے برباد ہی ہونا تھا۔ شہرام نے مندی مندی آنکھیں کھول کر چادر ہٹائی۔ کروٹ بدلی کہ اس کا موبائل بج اٹھا۔ اس نے کہنی کے بل اٹھ کر ذرا دور پڑا موبائل اٹھایا۔ بیزاری سے اسکرین پر نظر آتا انجان نمبر دیکھا اور موبائل کان سے لگا لیا۔

''ہیلو.....'' وہ بیزار آواز میں بولا۔

''ہیلو..... آپ وہی بات کر رہے ہیں ناں کار والے۔'' اس نے سیکنڈ میں اس لڑکی کی آواز پہچان لی۔ اسے خود پر بے اختیار غصہ آیا کہ بھلا کیا ضرورت تھی اس انجان نمبر سے آئی کال ریسیو کرنے کی۔

''جی محترمہ!'' اس نے جمائی روکتے ہوئے کہا۔

''پھر کیا سوچا آپ نے! وہ کار مجھے دیں گے؟'' بلا کی سادگی تھی۔ شہرام نے اپنی کنپٹیاں دبائیں۔ وہ شدید بیزار ہوا۔

''محترمہ! ایسا ہے کہ میری مدر شہر سے باہر گئی ہوئی ہیں۔ وہ آجائیں گی تو میں اُن سے مشورہ کر لوں گا۔'' اس نے سوچ کر بہانہ بنایا۔

''اوہ تو وہ کب آئیں گی؟'' دوسری طرف نہایت بے چینی سے پوچھا گیا۔

''دس دن تک آجائیں گی۔'' شہرام نے بہانہ بنا کر اسے ٹالا۔

''او کے پھر میں آپ کو دس دن بعد کال کر لوں گی۔'' اس نے کچھ مایوسی سے کہا۔

''جی، میں آپ کو خود ہی فون کر کے بتا دوں گا۔'' شہرام بے ساختہ بولا۔

اس کے لہجے میں ہلکی سی رکھائی تھی۔

''آپ نے احمر شہزاد صاحب سے پوچھا کہ انہوں نے یہ گاڑی کس سے لی تھی؟'' اسے کوئی خیال آیا تو فوراً پوچھنے لگی۔ شہرام تذبذب میں پڑ گیا۔

''جی محترمہ، میں نے اس سے پوچھا تھا مگر اسے اس شخص کا نام یاد نہیں..... پتا کر کے بتا دے گا۔ دراصل احمر کا گاڑیوں کا شوروم ہے۔ ہر ہفتے کئی گاڑیوں کی سیل ہوتی ہے اس لیے ہر گاڑی کے بیچنے اور خریدنے والے کو یاد رکھنا ناممکن ہے۔'' شہرام نے سنجیدگی سے بتایا۔

لڑکی کے چہرے پر عجیب سی مسکراہٹ آئی تھی۔ ایسی مسکراہٹ جو آنکھوں کو نم کر دیتی ہے۔

''میں اس شخص کا نام جانتی ہوں مگر خیر..... رہنے دیں، ان باتوں میں اب کچھ نہیں رکھا.....'' اس نے کھوئے، کھوئے انداز میں کہا۔

شہرام کو اس کی باتیں عجیب سی لگیں۔

''او کے محترمہ..... میں آپ کو بتا دوں گا۔'' وہ

www.urdupalace.com

اب فون بند کرنے کے موڈ میں تھا۔

''میرا نام رامین ہے، رامین اسد۔'' اس نے پُراعتماد انداز میں اپنا نام بتایا۔

''او کے مس رامین.....'' شہرام نے سپاٹ انداز میں جیسے اجازت چاہی۔

''آپ نہیں جانتے کہ وہ گاڑی میرے لیے کتنی قیمتی ہے۔'' رامین نے ایک بار پھر جیسے اسے یاد دلایا۔

''جی مجھے اندازہ ہو گیا ہے.....'' اس نے جان چھڑائی۔

''مجھے آپ کا نام پوچھنا تو یاد ہی نہیں رہا۔'' رامین کو احساس ہوا کہ اس کا نام تو پوچھا ہی نہیں۔

''بڑی جلدی خیال آ گیا محترمہ کو۔'' شہرام نے دل میں سوچا۔

''مجھ ناچیز کو شہرام خان کہتے ہیں۔'' اس نے سپاٹ انداز میں روکھا پھیکا سا تعارف کروایا۔

''او کے مسٹر شہرام.....میں آپ کی امی کے آنے کا انتظار کروں گی۔'' اس نے بڑی آس سے کہا۔ اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ محترم کو فون بند کرنے کی جلدی ہے۔

''او کے محترمہ!'' شہرام نے کہتے ہوئے فون بند کر دیا اور شکر پڑھا۔

''نہ جانے مسٹر شہرام مجھے وہ کار دیں گے یا نہیں۔'' رامین نے موبائل ایک طرف رکھتے ہوئے سوچا۔ ہاسٹل کا یہ کمرا اسے سخت ناپسند تھا مگر زندگی میں ایک وقت ایسا آتا ہے جب انسان پسند ناپسند کے چکر سے نکل آتا ہے۔ اب جو بھی ہاتھ میں تھا وہی غنیمت تھا۔ زندگی بڑے، بڑے امتحان لیتی ہے۔ ایسے کہ انسان نے کبھی خواب میں بھی سوچا نہیں ہوتا۔ رامین نے بیڈ کی پشت سے ٹیک لگالی۔ ہاسٹل کا یہ چھوٹا سا کمرا.....جس کی دیواروں سے چونا گرتا رہتا تھا، اس کی پناہ گاہ تھا۔ جن کا کوئی نہیں ہوتا وہ لوگ بھی تو زندہ رہتے ہیں۔ وہ خود کو تسلیاں دیتی.....ایک طرف اس کا بیڈ اور دوسری طرف اس کی روم میٹ کا بیڈ تھا۔ دیوار کے ساتھ دو کرسیاں اور ایک الماری رکھی تھی جو اس کی اور اس کی روم میٹ کی مشترکہ الماری تھی۔ بس یہی اس کمرے کی کل کائنات تھی۔ رامین کا دل یہاں کیسے لگ سکتا تھا، اکثر انسان کو وہیں رہنا پڑتا ہے جہاں اس کا دل نہیں لگتا۔ رامین کو تو بس ویک اینڈ کا انتظار رہتا.....وہ گن، گن کر دن گزارتی۔ ویک اینڈ پر وہ اپنا بڑا سا ہینڈ بیگ بھر کر ہاسٹل سے چلی جاتی۔ کسی کو نہیں پتا تھا کہ وہ ہر ویک اینڈ کہاں گزارتی ہے.....ہاسٹل کی لڑکیوں کو وہ ایک پُراسرار سی لڑکی لگتی تھی۔ انسان کیوں پراسرار بن جاتے ہیں، یہ کبھی کوئی جاننے کی کوشش نہیں کرتا۔

اس نے ہسٹری میں ماسٹرز کر رکھا تھا اور وہ ایک اچھے ادارے میں اچھی جاب پر تھی۔ صبح سے شام جاب پر رہتی۔ پھر ہاسٹل واپس آ کر کچھ دیر آرام کرتی اور پھر شام ڈھلے ایک اکیڈمی میں پڑھانے چلی جاتی۔ ویک اینڈ پر جانے کے علاوہ اس کی اور کوئی مصروفیت نہیں تھی۔

رامین نے اتنی زندگی تو ضائع کر دی تھی، اب باقی کا وقت ضائع نہیں کرنا چاہتی تھی۔ عجیب بات یہ ہے کہ انسان کو اپنی آدھی زندگی ضائع کرنے کے بعد احساس ہوتا ہے کہ یہ زندگی تو یونہی بیکار گزر گئی۔ رامین اب بقیہ زندگی میں کچھ کرنا چاہتی تھی۔ اس کے چند خواب تھے۔

اس نے ہاسٹل میں کسی کو دوست نہیں بنایا۔ دوستیاں بڑی قربانی مانگتی ہیں۔ دوستوں کو رازوں میں شریک کرنا پڑتا ہے۔ اور وہ کسی کو بھی اپنے رازوں میں شریک نہیں کرنا چاہتی تھی۔ دنیا کا کیا بھروسا.....کب کہاں کوئی دغا دے جائے۔ لوگ تو دوسروں کی کمزوریوں کی ٹوہ میں لگے رہتے ہیں جو زندگی وہ گزار کر آئی تھی۔ اس نے رامین کو محتاط بنا دیا تھا۔ وہ دنیا کے بھیانک رنگ دیکھ چکی تھی وہ اپنی ذات میں اِک تنہا لڑکی تھی۔

رامین اسد زندگی کا ہاتھ تھامے پُرخار راستوں سے گزرتی چلی گئی۔ وہ کسی کو کیا بتاتی کہ اس نے کیسے، کیسے آگ کے دریا پار کیے تھے۔ اس نے سب رازوں

www.urdupalace.com

کو اپنے سینے میں دفن کرلیا۔ وہ ماضی کو بھول کر نئی زندگی گزارنا چاہتی تھی۔ وہ دن رات کسی کے لیے دعائیں کرتی، سجدے کرتی اور جس کے لیے وہ دن رات دعائیں کرتی رہتی..... اسے اسی کا انتظار تھا۔

☆☆☆

آصف سے ساری معلومات لینے کے بعد اگلی شام تیمور خوب تیار ہو کر کلب گیا اور خوش قسمتی کہ علیزہ اسے ٹینس کورٹ میں اکیلی نظر آگئی۔ اس نے بلو جینز اور وائٹ ٹاپ پہنا ہوا تھا۔ بالوں کی اونچی پونی بنائے وہ ٹینس کورٹ کے سائڈ پر نصب بینچ پر تنہا بیٹھی تھی۔ اس کے قریب ہی ریکٹ اور ٹینس بال پڑی تھی۔ اس کے چہرے پر نیچرل میک اپ تھا۔ آنکھوں میں ہیزل گرین ٹینس زمرد کی طرح چمک رہے تھے۔

اس پر نظر پڑتے ہی تیمور کے دل نے ایک بیٹ مس کی۔ علیزہ کا اسٹائل، خود کو مین ٹین رکھنے کا انداز خوب صورتی، تمکنت اور اس کی مرسیڈیز علیزہ میں وہ سب کچھ تھا جو کسی بھی لڑکے کو آسانی سے متاثر کرنے کے لیے کافی ہوتا ہے۔

تیمور کافی ہمت کرتا اس کے پاس آیا۔ اس کے چہرے پر بڑی دلنشیں سی مسکراہٹ سجی ہوئی تھی۔ وہ بہت بولڈ لڑکا تھا مگر آج وہ قدرے نروس تھا۔ نہ جانے علیزہ کیسا ری ایکشن شو کرے۔ وہ ان لڑکیوں سے بہت مختلف تھی جن سے تیمور کی دوستی رہی تھی۔

''ہیلو مس علیزہ منصور! آپ نے مجھے پہچانا؟'' اس نے علیزہ کے پاس آتے ہوئے خوش دلی سے مسکرا کر کہا۔

علیزہ نے چونک کر انجان نظروں سے تیمور کی سمت دیکھا، اس کی نظروں میں پہچان کا کوئی رنگ نہیں تھا۔ وہ تیمور کے یوں اچانک آجانے پر حیران نظر آرہی تھی۔

''سوری..... میں نے آپ کو پہچانا نہیں۔'' علیزہ کا لہجہ سپاٹ تھا۔ سبز آنکھوں میں اجنبیت تھی۔

تیمور کی مسکراہٹ پھیکی پڑ گئی مگر اس نے دل کو تسلی دی۔

''وقت بھی تو بہت گزر چکا ہے۔ ہم اسکول میں کلاس فیلوز تھے..... ہم نے میٹرک اکٹھے ہی کیا تھا۔'' تیمور نے اسکول کا نام اور سیشن بتایا۔

''اوہ اچھا، مجھے بالکل یاد نہیں۔'' علیزہ نے بے نیازی سے کندھے اچکائے۔ انداز میں ایسی بے پروائی تھی جس نے تیمور کی انا پر ضرب لگائی۔ سبز آنکھیں سدا بہار پیڑوں کی طرح اپنے اندر کتنے ہی راز چھپائے ہوئے تھیں۔

''میں تیمور آفندی ویسے تو میں کلاس کا بڑا نمایاں اسٹوڈنٹ ہوا کرتا تھا۔ نہ جانے آپ کو کیوں یاد نہیں۔ اینی ویز..... آپ کو اتنے سالوں بعد دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔'' تیمور نے خوش اخلاقی کی انتہا کردی۔

''آپ نے مجھے کیسے پہچان لیا؟'' علیزہ نے تیکھے انداز میں پوچھا۔ سبز آنکھوں سے پھوٹتی روشنی تیمور کے دل کو منور کیے جارہی تھی۔

''میری میموری بہت اچھی ہے۔ مجھے اپنے سب کلاس فیلوز مع ان کے پورے ناموں کے یاد ہیں۔'' تیمور کے لہجے میں بلا کی مٹھاس تھی۔

''لیکن میری میموری (یادداشت) اتنی اچھی نہیں ہے۔ مجھے آپ بالکل یاد نہیں۔'' علیزہ نے... بے نیازی سے کہا۔

تیمور چاروں شانے چت ہوگیا۔ یوں جیسے کھڑے، کھڑے زمین پر ڈھے گیا ہو۔

''انسانی فطرت ہے، انسان پرانے لوگوں کو، پرانی باتوں کو وقت گزرنے کے ساتھ بھولتا جاتا ہے۔ نو پرابلم، آپ تو مجھے یاد ہیں ناں۔'' تیمور نے گہری مسکراہٹ کے ساتھ کہا اور اب کے پہلی بار علیزہ مسکرائی۔ سرخ پھولوں کی طرح خوب صورت سی مسکراہٹ تیمور کے دل کو ڈھارس سی بندھی۔

''اوہ ہاں..... تیمور آفندی..... کہیں آپ وہ تو نہیں جس نے میری دوست حمنیٰ سے زبردست افیئر چلایا تھا اور پرنسپل نے اسکول سے نکالنے کی دھمکی بھی دی تھی۔'' اسے جیسے اچانک کچھ یاد آیا تھا اور یاد آتے

www.urdupalace.com

ہی لہجہ شرارت سے بھر گیا۔

تیمور بغلیں جھانکنے لگا۔ پیشانی پسینے سے تر ہو گئی۔ اس کے ماضی کا ایک نہایت فضول سا واقعہ، اس لڑکی کی یادداشت میں کوئی اچھی بات نہیں آئی...... تیمور نے اپنا اعتماد بحال کرنے کی کوشش کی۔

''مجھے یاد آ گیا...... بالکل تیمور آفندی......'' وہ ہنسی...... دھنک رنگ چوڑیوں کی جلترنگ جیسی ہنسی پر تیمور مسکرا بھی نہ سکا...... اس حمئیٰ کی بچی کی وجہ سے اب وہ اور کتنی بار ذلیل ہوگا۔

تیمور نے اپنے حواس بحال کیے، شرٹ کا کالر ٹھیک کیا اور نظریں اٹھا کر علیزہ کو اعتماد سے دیکھا۔

''ٹین ایج میں ایسے بہت سے واقعات ہوتے رہتے ہیں۔'' وہ خود کو بروقت سنبھال کر بولا۔ اس نے اپنے چہرے کو بشاش ہی رکھا۔

''مگر میری ٹین ایج میں...... میرے ساتھ تو کبھی کوئی ایسا واقعہ نہیں پیش آیا۔'' اس نے تیمور کو لاجواب کر دیا۔

''آپ اگر آپ کو تیمور آفندی یاد آ ہی گیا ہے تو کیوں نہ ایک کپ کافی ہو جائے......'' تیمور بات بدلتے ہوئے دلنشیں انداز میں مسکرایا۔

''میں کافی نہیں، اورنج جوس لوں گی۔'' علیزہ مسکرائی۔ سبز آنکھوں نے زمرد کی خوب صورتی کو مات دے دی تھی۔ تیمور کو اس کی رضامندی نے بے حد خوشی دی۔

''اوکے، مائی اولڈ کلاس فیلو۔'' تیمور سینے پر ہاتھ رکھ کر ذرا سا جھکا۔ علیزہ اپنا ریکٹ اور بال اٹھا کر کھڑی ہو گئی۔ تیمور کے چہرے پر فاتحانہ مسکراہٹ آ گئی۔

☆☆☆

شہرام حیرت سے گنگ اپنی جگہ بیٹھا تھا۔ کتنے دنوں سے وہ احمر سے رابطہ کرنے کی کوشش کر رہا تھا مگر احمر تو ایسا غائب ہوا جیسے گدھے کے سر سے سینگ ...... اور شہرام کو احمر کا یہ گریز بری طرح کھٹک رہا تھا۔ احمر کا موبائل بند مل رہا تھا اور جب رنگ جاتی تو وہ فون ریسیو ہی نہیں کرتا۔ شہرام کئی بار اس کے گھر بھی گیا مگر وہ گھر پر موجود ہی نہیں ہوتا۔ شہرام کو سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ احمر اس سے کیوں چھپ رہا ہے۔ اس نے احمر سے صرف یہی تو پوچھا تھا کہ اس نے یہ سفید مہران آخر کس سے خریدی تھی مگر نہ جانے کیوں احمر اس شخص کا نام نہیں بتانا چاہتا تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ رامین کسی حد تک درست تھی۔ کسی نے اس کے ساتھ فراڈ کر کے یہ گاڑی اس سے لی تھی اور کاغذات بھی دھوکے سے بنوا لیے ہوں گے۔ شہرام جتنا سوچ رہا تھا اتنا ہی الجھ رہا تھا۔ اس نے بے اختیار رامین کو فون کیا۔ رامین کے لیے شہرام کی کال بڑی غیر متوقع تھی۔ اس کے خیال میں تو ابھی شہرام کی امی کی واپسی میں کچھ دن تھے۔

''ہیلو......'' رامین نے فون اٹھایا۔

''ہیلو...... مس رامین، کیسی ہیں آپ؟'' شہرام نے ازراہِ اخلاق پوچھا۔

''جی میں بالکل ٹھیک ہوں، آپ کی مدر واپس آ گئیں؟ آپ نے گاڑی کے بارے میں فیصلہ کر لیا؟'' وہ یک دم ایکسائٹڈ ہو گئی۔ یا تو وہ کوئی بہت ہی سادہ لڑکی تھی یا نہایت بے وقوف...... یا پھر سائیکو۔

''جی......'' شہرام نے گہری سانس کھینچی۔ ''میں یہ گاڑی آپ کو دینے کے لیے تیار ہوں۔'' اس نے بے حد سنجیدگی سے کہا۔ اب ایک لڑکی سے کیا بحث کرتا۔

''اوہ تھینک یو...... تھینک یو مسٹر شہرام، آپ نے میرے دل کی ایک بڑی خواہش پوری کر دی۔'' رامین خوشی سے سرشار ہو گئی۔ ہاسٹل کا بے رنگ، وحشت زدہ کمرا اسے یک دم اچھا لگنے لگا۔

''جی ...... آپ کسی بھی ٹائم آ جائیے گا۔ میں ساری کارروائی مکمل کر دوں گا۔'' وہ ٹھہرے ہوئے انداز میں بولا وہ اس گاڑی کے ساتھ رامین کی بھرپور جذباتی وابستگی محسوس کر چکا تھا۔

''مگر ایک پرابلم ہے۔'' رامین کی آواز مدھم ہو گئی۔

www.urdupalace.com

''اب کیا پرابلم ہے، اب گاڑی دے تو رہا ہوں۔'' شہرام کے لہجے میں نہ چاہتے ہوئے بھی بیزاری آگئی۔ عجیب ہی لڑکی تھی، کسی طرح مطمئن ہی نہیں ہوتی تھی۔

''میں آپ سے یہ گاڑی خرید لوں گی مگر آپ اسے اپنے پاس ہی رکھیے گا جب مجھے ضرورت ہوگی تو آپ سے گاڑی لے جاؤں گی۔ مگر یہ آپ کے پاس سیف رہے گی، یوں بھی اس علاقے کے حالات ٹھیک نہیں ہیں۔''

''کیا مطلب؟'' شہرام بالکل نہیں سمجھا۔

''مطلب یہ کہ یہ گاڑی تو میں خرید لوں گی مگر میں ہاسٹل میں رہتی ہوں، گاڑی اپنے پاس نہیں رکھ سکتی۔ مجھے تو خود بہ مشکل ایک کمرا ملا ہے۔ گاڑی کہاں رکھوں گی۔ آپ اسے اپنے پاس رکھ لیجیے جب میرا دل چاہے گا تو میں آکر گاڑی لے جایا کروں گی اور پھر وہیں واپس چھوڑ دوں گی۔'' وہ سادگی سے کہہ رہی تھی اور یہ سادگی شہرام کو بے حد بری لگی۔ شہرام کو لگا کہ رامین کا دماغ چل گیا ہے۔ اسے اس کی بے وقوفی پر شدید غصہ آیا۔ ایسا بھی کیا احمقانہ پن.....

''دیکھیے مس رامین، میں کسی کی گاڑی کی ذمے داری نہیں لے سکتا اور یہ کسی بھی طرح مناسب نہیں ہے۔'' وہ فوراً اسے ٹوک کر بولا۔

''یہ مناسب ہوسکتا ہے اگر آپ.....'' رامین اسے قائل کرنے کی کوشش کرنے لگی کہ اس نے ترشی سے اس کی بات کاٹ دی۔

''بالکل نہیں..... میں دوسروں کی چیزیں اپنے پاس رکھنے کا عادی نہیں ہوں، اگر آپ کا کچھ ایسا ارادہ ہے تو میری طرف سے ابھی سے ہی معذرت ہے۔'' وہ اس کی بات پر سختی سے بولا۔ رامین عجیب خبطی سی لڑکی تھی مگر وہ تو عقل رکھتا تھا۔

''اچھا..... پھر آپ یہ گاڑی کسی اور کو نہ دیجیے گا۔ میں جلد اپنا گھر لے لوں گی پھر آپ سے یہ گاڑی بھی خرید لوں گی۔''

شہرام کو رامین پر اب غصے زیادہ ترس آیا۔ اس نے افسوس سے سر جھٹکا۔ رامین ہاسٹل میں رہتی تھی۔ رکشے پر آتی جاتی تھی اور خواب تھے گھر اور گاڑی لینے کے..... شاید وہ خوابوں میں رہنے والی لڑکی تھی۔

''اوکے۔'' وہ ترحم سے گویا ہوا اسے رامین سے بے حد ہمدردی محسوس ہوئی۔

''ویسے آپ کا اپنا گھر کہاں ہے مس رامین؟'' اس نے یونہی پوچھا۔

''گھر.....'' رامین کہیں کھو سی گئی۔ یہ سوال تھا جس نے اسے لاجواب کردیا..... یہ سوال تھا..... یا پتھر..... جو اس کی روح پر برسا تھا۔

''میرا کوئی گھر نہیں۔'' اس کی آواز پر اداسی غالب آگئی اس نے جانے کیسے یہ جملے ادا کیے۔

شہرام بے اختیار ٹھٹکا۔

''پھر بھی..... کوئی تو گھر ہوگا آپ کا؟ آپ کے والدین، بہن بھائی، رشتے دار.....'' شہرام کو تجسس نے آگھیرا۔

''ہاں۔'' اس نے ایک سرد آہ بھری..... ''ایک میرا بھی گھر تھا، میرا اپنا پھر ابو بینک کے مقروض ہوگئے..... ان کا کاروبار ڈوب گیا تھا۔ انہیں بینک کا قرض ادا کرنا تھا وہ بھی مع سود، ہمارا گھر بک گیا۔ تبھی قرض اور سود ادا ہوا۔ ہم لوگ کرائے کے گھر میں آگئے۔ پھر امی، ابو آگے، پیچھے دنیا سے چلے گئے، میں ان کی اکلوتی اولاد ہوں، میں ہاسٹل شفٹ ہوگئی۔ یہ گاڑی میرے ابو کی تھی۔ میرے مرحوم ابو کی نشانی جو انہوں نے اپنی وصیت میں میرے نام کردی تھی۔'' رامین نے افسردگی سے بتایا، اس کی آواز میں جاڑوں کے موسم کی سی ویرانی تھی۔

''تو آپ سے یہ گاڑی پھر کس نے لی؟'' شہرام نے کچھ حیرانی سے پوچھا۔

''تھے..... کوئی فراڈ اور سنگ دل رشتے دار..... انہوں نے دھوکے سے یہ گاڑی مجھ سے ہتھیالی، مجھ سے زبردستی سائن کروالیے..... میں اکیلی تھی، ان

www.urdupalace.com

لوگوں کا مقابلہ نہیں کر پائی ۔ میں مہینوں ان کی قید میں رہی صرف گاڑی ہی نہیں، ان دھوکے کے بازو لوگوں نے میری سب چیزیں اپنے قبضے میں لے لیں۔'' رامین آزردہ ہوگئی۔ آواز اور آنکھیں دونوں نم ہوگئیں۔

شہرام کو یہ سب سن کر بہت افسوس ہوا۔ دنیا میں کیسے، کیسے لوگ پائے جاتے ہیں ایک یتیم اور بے سہارا لڑکی کے ساتھ اتنی زیادتی...... وہ افسوس سے سوچ کر رہ گیا۔

''آپ کے ساتھ انتہائی ناانصافی ہوئی رامین...... مجھے بہت افسوس ہو رہا ہے۔ حیرت ہے...... لوگ کس قدر خودغرض اور سفاک ہوتے ہیں۔'' وہ افسوس سے کہہ رہا تھا۔

''یہاں تو ہر جگہ ایسی بہت سی کہانیاں بکھری پڑی ہیں، جہاں ظالم طاقتور اور مظلوم مجبور ہوتے ہیں۔'' شہرام کو محسوس ہوا کہ وہ رو رہی ہے اسے حقیقتاً بہت افسوس ہوا۔

''تو آپ نے چودہ لاکھ کی آفر کیا مجھے امپریس کرنے کے لیے تھی؟'' شہرام نے ماحول کا تناؤ ختم کرنے کے لیے ہلکے پھلکے انداز میں کہا۔

''نہیں...... میں سیریس تھی۔'' اس کے لہجے میں یقین تھا۔

''آپ کا سب اثاثہ تو رشتے دار لے گئے۔ مجھے یقین ہے اگر آپ مجھے چودہ لاکھ کا چیک دیتیں تو وہ چیک باؤنس ہوجاتا اور میں ایک خاتون کو تو جیل نہیں بھجوا سکتا تھا۔'' وہ ہنستے ہوئے بولا۔ اس نے بلا ارادہ کوشش کی کہ رامین اگر رو بھی رہی ہے تو وہ کسی طرح مسکرا دے۔

''میرے ابو نے ایک پلاٹ میرے نام پر لیا تھا، اس کے کاغذات ان کے ایک وفادار دوست وکیل کے پاس تھے اور ان دھوکے باز لوگوں کو پلاٹ کے بارے میں کوئی علم نہیں تھا۔ ہمارا گھر بک گیا تھا مگر ابو نے پلاٹ نہیں بیچا۔ شاید ان کی چھٹی حس نے انہیں خبردار کر دیا تھا ورنہ آج میرے ہاتھ میں کچھ بھی نہیں ہوتا۔ میں نے سوچا کہ پلاٹ تو بیچنا ہی ہے...... مجھے اپنا گھر لینا ہے تو اس میں سے کچھ رقم آپ کو دے کر وہ گاڑی واپس لے لوں گی۔''

''ہوں......'' شہرام گہری سوچ میں پڑ گیا۔

''زندگی انسان سے ایسے امتحان لیتی ہے جن کے وہ قابل بھی نہیں ہوتا، زندگی کے کئی روپ ہوتے ہیں، خوب صورت، بدصورت، شاندار، بدحال اور سفاک۔'' وہ کسی ٹہنی پر تنہا بیٹھی، موسم بہار کی آمد کا انتظار کرتی بلبل کی طرح آزردہ تھی۔ وہ سامنے کی دیوار پر سے چونا گرتے دیکھ رہی تھی۔

''مگر کوئی بھی روپ زیادہ عرصے تک قائم نہیں رہتا۔ زندگی تنوع کا نام ہے۔ یہ روپ بدلتی رہتی ہے جب اچھا باقی نہیں رہا تو برا وقت بھی باقی نہیں رہے گا۔ آپ بہت بہادر لڑکی ہیں رامین، آپ حوصلہ رکھیں ایک

سول ایجنٹ برائے یو۔ اے۔ ای

WELCOME BOOK SHOP

ویلکم بک شاپ

سسپنس، سرگزشت، پاکیزہ، جاسوسی

پی او بکس: 27869 کرامہ، دبئی

فون: 04-3961016 فیکس: 04-3961015

موبائل: 052-9695984

ای میل: welbooks@emirates.net.ae

www.urdupalace.com

نہ ایک دن وقت آپ کا بھی ہوگا۔'' شہرام نے رسانیت سے اسے حوصلہ دیتے ہوئے کہا۔ وہ رامین کی غائب دماغی اور ڈپریشن کا پس منظر سمجھ گیا تھا۔

''حوصلہ رکھنا اور صبر کرنا دنیا کے مشکل ترین کام ہیں۔'' اس کی آواز میں گلاب کے کانٹوں جیسی چبھن تھی۔ شہرام خاموش ہوگیا۔ بعض دفعہ تسلیاں، دلاسے بے معنی ہوجاتے ہیں۔

''میں نے آپ کا کافی وقت لیا۔ اب میں فون رکھتی ہوں..... خدا حافظ.....'' رامین نے مدھم آواز میں کہا۔ شہرام نے بھی خدا حافظ کہہ کر فون رکھ دیا۔

''تو کیا احمر، رامین کے ان فراڈ رشتے داروں کو جانتا ہے؟ اور کیا انہی لوگوں سے احمر نے رامین کی گاڑی خریدی؟ شاید رامین کے وہ دھوکے باز رشتے دار کوئی کرمنلز ہیں..... اور احمر ان سے خوفزدہ ہے تبھی مجھے ان کے بارے میں نہیں بتا رہا۔'' شہرام سوچتا رہا۔ ''کیسے ظالم اور بے حس لوگ ہیں، ایک یتیم اور تنہا لڑکی کا سب کچھ ہڑپ کر گئے..... توبہ.....'' اسے سخت افسوس ہوا۔

اب اسے احمر سے ملنا تھا..... شاید وہ رامین کے لیے کچھ کر سکے وہ ایسا انسانی ہمدردی کے تحت سوچ رہا تھا۔ وہ لڑکی جو ایک گھر کا خواب دیکھتی تھی۔ جس نے اپنوں کے دھوکے کا زہر پیا تھا..... شاید وہ رامین کے لیے کچھ اچھا کر سکے..... یہ شہرام کا اچھا اور نیک دل ہی تھا جو وہ ایسا سوچ رہا تھا۔

☆☆☆

تیمور اور علیزہ کی ملاقاتوں کا سلسلہ بڑھ گیا۔ وہ دونوں اکثر کلب میں اکٹھے ہوتے۔ ٹینس کھیلتے اور اکثر رات کو موبائل پر باتیں بھی کرتے..... تیمور کو علیزہ کے ساتھ زیادہ محنت نہیں کرنی پڑی..... اسے یقین تھا کہ ایک دن علیزہ بھی اس کی محبت میں بری طرح گرفتار ہوجائے گی۔ حمنیٰ کے ساتھ اس کا افیئر کئی سال تک چلا تھا۔ تقریباً پانچ چھ سال اور اس عرصے میں وہ دونوں بہت قریب آ گئے تھے۔ پھر حمنیٰ امریکا چلی گئی اور قصہ ختم ہوگیا۔

تیمور کو ایسی لڑکی کی تلاش تھی جسے دیکھ کر اس کا دل کہے..... کہ اس کے ساتھ وقت نہیں..... زندگی گزاروں..... اور ایسی لڑکی صرف اور صرف علیزہ منصور تھی۔

''تم نے آج مجھے ٹینس کا تیسرا میچ بھی ہرا دیا۔'' علیزہ نے مسکرا کر ریکٹ گھماتے ہوئے کہا۔ وہ دونوں کلب کے ٹینس کورٹ میں بیٹھے تھے۔

''حالانکہ میں نے بہت کوشش کی کہ تم سے ہار جاؤں۔'' تیمور نے علیزہ کو شوخ نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا اس کی نظروں میں ایک واضح پیغام تھا۔

''اچھا واقعی.....؟'' علیزہ حیران نظر آنے لگی۔ اس نے پرس کی پاکٹ سے ٹشو پیپر نکال کر اپنا چہرہ صاف کیا۔

''ہاں، میں کبھی کسی لڑکی سے نہیں ہارا مگر اب دل کرتا ہے کہ تم سے ہار جاؤں۔'' تیمور کی آنکھیں لو دے رہی تھیں۔ اس کی آنکھوں میں روپہلے جذبات تھے۔ علیزہ بے ساختہ ہنسنے لگی۔

''کیوں ہنس رہی ہو؟'' تیمور نے اچنبھے سے پوچھا۔

''میں نے تمہیں کوئی لطیفہ تو نہیں سنایا۔'' تیمور نے علیزہ کو حیرت سے دیکھا..... بھلا اس میں ہنسنے والی کیا بات تھی۔

''تیمور تم نہیں بدلے..... اور خبردار..... میرے ساتھ فلرٹ کرنے کا سوچا بھی تو..... اور پلیز میرے ساتھ اپنے پرانے ڈائیلاگ نہ بولا کرو۔'' علیزہ نے انگلی اٹھا کر اسے وارن کیا۔

''کم آن علیزہ.....'' تیمور نے بے ساختہ کہا۔ ''میں لڑکیوں سے فلرٹ نہیں کرتا تھا۔ لڑکیاں خود میرے پیچھے پڑ جاتی تھیں اور کچھ تو زبردستی گلے پڑ جاتیں کہ مشکل سے جان چھڑانی پڑتی۔'' اس نے اپنی صفائی پیش کی۔

''اینی ویز..... میں تمہیں وارن کر رہی ہوں، ہم پرانے کلاس فیلوز ہیں اور اچھے دوست بھی ہیں۔ تم مجھ

www.urdupalace.com

سے کہیں زیادہ اچھا ٹینس کھیلتے ہو، اچھی گفتگو کرتے ہو، تمہاری کمپنی اچھی ہے لیکن مجھ سے فلرٹ کرنے کی ہرگز کوشش نہ کرنا۔'' علیزہ نے اعتماد سے تیمور کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔ اب وہ ہیئر بینڈ اتار کر اپنے بال ٹھیک کر رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں ایک واضح تنبیہہ تھی۔

''تمہارے ساتھ فلرٹ نہیں کروں گا، بے فکر رہو۔'' تیمور نے مسکراہٹ دبا کر کہا۔ اس کی آواز جذبات کی شدت سے بھاری ہوگئی تھی۔

''اچھا..... تو پھر۔'' علیزہ نے بے ساختہ تیمور کو دیکھا۔

''ارے تم تو کوئین ہو..... میں وہی کروں گا جو تم کہو گی، میں تو ایک معمولی سا پیادہ ہوں۔'' وہ فدا ہو جانے والے انداز میں مسکرا کر بولا۔

''تم اتنے سیدھے ہو نہیں جتنے سیدھے بن رہے ہو۔'' علیزہ نے اسے گھورا وہ اس سے کچھ اور سننے کی متمنی تھی۔

''ارے میں تو بڑا سیدھا سادہ سا بندہ ہوں، لوگوں نے یونہی مجھے بدنام کیا ہوا ہے۔'' اس کی آنکھوں میں شرارت تھی۔ ٹانگ پر ٹانگ رکھے وہ اعتماد سے بیٹھا تھا۔ اس کی نظریں علیزہ کو ایک واضح پیغام دے رہی تھیں مگر شاید علیزہ اس معاملے میں اتنی تجربہ کار نہیں تھی۔

''میں آج رات تمہیں کال کروں گا۔'' اس نے نرمی سے کہا۔ اس کی آواز میں وارفتگی تھی۔

''آج رات تو میرے گھر پر مہمان ہیں۔'' علیزہ نے بے نیازی سے اپنے بال سنوارتے ہوئے کہا۔

''ساری رات تمہیں کال کرتا رہوں گا..... صبح تک..... جب میں مہمانوں سے زیادہ اہم لگنے لگوں تو میری کال ریسیو کر لینا۔'' اس کا لہجہ جذبات سے بوجھل تھا۔ آنکھوں میں جگنو چمک رہے تھے۔

''ارے تم تو پاگل ہو.....'' علیزہ نے حیرت سے اس کے ڈائیلاگ سنے۔

''پہلے نہیں تھا..... مگر اب ہو گیا ہوں۔'' تیمور نے بے ساختہ کہا۔ اس کی نظریں علیزہ کے حسین چہرے پر ٹک گئیں۔

علیزہ نے مسکراہٹ دبا کر تیمور کو دیکھا اور اپنا ریکٹ اٹھا کر کھڑی ہوگئی۔

☆☆☆

شہرام کی امی پیرالائزڈ تھیں..... اور شہرام نے اچھا اور نیک بیٹا بننے کی پوری کوشش کر ڈالی۔ امی کا خیال رکھنے کے لیے ایک عورت سارا دن ان کے ساتھ رہتی۔ وہ چلنے پھرنے سے معذور تھیں، شہرام آفس سے آنے کے بعد زیادہ تر وقت ان کے پاس بیٹھتا، ان کا تکیہ ٹھیک کرتا، ان کے پیروں پر چادر ڈالتا، انہیں اخبار پڑھ کر سناتا، ان کے پاؤں دباتا، وہ گھنٹوں انہیں یونہی دیکھتا رہتا۔ اس کی زندگی بہت سادہ تھی۔ آفس، گھر، ماں کی خدمت..... زندگی سہل انداز میں گزر رہی تھی اور یوں ہی سہل گزرتی رہتی اگر رامین اسد اس کی گاڑی نہ دیکھ لیتی۔ اسے آفس کے کام سے دوسرے شہروں میں بھی جانا پڑتا تھا۔ وہ اپنی ذمے داریاں بڑے احسن طریقے سے نبھا رہا تھا۔

وہ اسپتال سے امی کی رپورٹس لے کر آرہا تھا کہ اس کی نظر سڑک کنارے، فٹ پاتھ پر کھڑی رامین پر پڑی، بے اختیار ہی اس نے بریک لگائے۔ رامین نے بھی اسے دیکھ لیا۔ اس کے ہاتھ میں دواؤں کا لفافہ تھا۔ شاید وہ بیمار تھی۔ اس کی طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی تھی۔ چہرہ ستا ہوا اور آنکھیں سوجی ہوئی تھیں۔ شہرام نے ساتھ والی سیٹ کا دروازہ کھول دیا۔ رامین کی طبیعت اس قدر بوجھل تھی اور سر چکرا رہا تھا کہ وہ شہرام کو منع نہ کر سکی۔ تھکے، تھکے نڈھال انداز میں چپ چاپ گاڑی میں بیٹھ گئی۔ اس نے اپنے چکراتے سر کو تھاما۔ وہ حسرت سے گاڑی کی ایک، ایک چیز کو دیکھ رہی تھی۔ اس نے نرمی سے دروازے پر ہاتھ پھیرا، کبھی یہ گاڑی اس کی ہوا کرتی تھی۔ زندگی کا اچھا وقت اس نے اس گاڑی کے ساتھ گزارہ تھا۔

''آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے مس رامین؟''

www.urdupalace.com

شہرام نے اسے تشویش سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ رامین کی آنکھوں میں ادھورے خوابوں جیسا خالی پن تھا۔

''جی..... بس..... بہتر ہوں۔'' وہ اب ڈش بورڈ کے کناروں پر انگلیاں پھیر رہی تھی۔ اس کے لہجے میں زرد موسم کی ویرانی تھی۔

''آپ یہاں..... اسپتال میں؟'' شہرام نے اس کی محویت محسوس کرتے ہوئے پوچھا۔

''جی..... سائیکاٹرسٹ کے پاس یہاں اکثر آتی ہوں۔'' اس نے نحیف سی آواز میں بتایا۔ وہ نہ جانے کیوں نڈھال تھی۔

''اوہ..... آئی سی.....'' شہرام نے گہری سانس لی اور اچٹتی سی نظر رامین پر ڈالی۔

''مس رامین! جو ہونا تھا وہ تو ہو چکا..... اب آپ اپنے فیوچر کے بارے میں سوچیں۔ یہ ٹینشن، ڈپریشن چھوڑ دیں۔ زندگی میں اچھے برے دن آتے رہتے ہیں۔'' اس نے رامین کو سمجھاتے ہوئے کہا۔ اس کا اندازہ درست نکلا تھا۔ رامین واقعی کسی نفسیاتی عارضے میں مبتلا تھی اور پہلی بار اسے اپنے کسی اندازے کے درست ہونے پر افسوس ہوا۔

''پتا نہیں..... ہمارے پاس ویسا ہی کیوں ہوتا ہے جو ہم نہیں چاہتے۔'' وہ کھوئے کھوئے انداز میں بولی۔ اس نے لمحہ بھر کے لیے شہرام کو دیکھا۔ اس کی نظریں کسی خاموش محبت کی طرح غمگین اور گہری تھیں۔

شہرام کو رامین سے ہمدردی تھی۔ اسے اس حالت میں دیکھ کر اسے افسوس ہوا۔ وہ خاموشی سے ڈرائیو کرتا رہا۔ رامین نے اسے ہاسٹل کا ایڈریس بتایا۔ اس نے گاڑی اسی راستے پر ڈال دی جبھی اس کا موبائل بجنے لگا۔ موبائل اسکرین پر چمکتا ہوا نمبر دیکھ کر اس نے تیزی سے کال ریسیو کر کے موبائل کان سے لگایا۔

''ہیلو گڑیا باجی! کیسی ہیں آپ؟'' وہ آہستہ آواز میں بولی۔ دوسری طرف سے نہ جانے کیا کہا گیا، وہ بغور سن رہی تھی۔

''جی، جی ہاں..... وہ مجھے گاڑی دینے کے لیے تیار ہیں، میری ان سے بات ہوگئی ہے۔'' وہ آہستہ آواز میں فون پر بات کر رہی تھی۔ شہرام نے سرسری سا اسے دیکھا۔ وہ فون پر محو تھی۔

''جی..... میں ضرور آپ کے ہاں چکر لگاؤں گی..... بس لاہور سے اسلام آباد جانا ہی نہیں ہوتا اور ویک اینڈ کی مصروفیت کا تو آپ کو پتا ہی ہے۔ اور جاب سے چھٹی بھی تو نہیں ملتی۔'' وہ باتوں میں مصروف تھی۔ شہرام سامنے دیکھتے ہوئے گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا۔

''گڑیا باجی، آپ کا بہت، بہت شکریہ کہ آپ نے میرے لیے اتنا کچھ کیا اور اتنا سب کر رہی ہیں۔ آپ کے بھیجے گئے سوٹ بھی مل گئے۔ بہت اچھے اور خوب صورت ہیں مگر آپ نے اتنے مہنگے سوٹ کیوں لے لیے؟'' اس کی مدھم آواز میں بے حد ممنونیت تھی۔

ڈرائیونگ کے ساتھ ساتھ وہ مدھم آواز میں کی جانے والی اس کی گفتگو بھی بغور سن رہا تھا۔

''مجھے ان لوگوں سے کسی اچھائی کی امید نہیں ہے۔ گاڑی تو مجھے شہرام صاحب سے مل ہی جائے گی اور کسی چیز کا دکھ نہیں، بس میری امی کے زیور.....'' اس کی آواز نم ہوگئی۔ وہ کھڑکی سے باہر دیکھتے ہوئے آہستہ آواز میں باتیں کر رہی تھی۔ شہرام نے افسوس سے یہ سب سنا۔

''گڑیا باجی! یہ کیسے ممکن ہے، وہ لوگ بہت ظالم ہیں، وہ میری کوئی بھی چیز کبھی واپس نہیں کریں گے۔'' اس کے لہجے میں بڑی مایوسی تھی یا شاید حقیقت پسندی.....

''جی ٹھیک ہے، آپ ایک کوشش کر لیں۔'' اس نے سرد آہ بھر کر کہا۔

اور پھر چند مزید باتوں کے بعد فون بند ہوگیا۔ رامین بہت دلگرفتہ تھی۔ وہ شیشے سے باہر دیکھنے لگی۔

''آپ کی کسی عزیزہ کا فون تھا؟'' شہرام نے یونہی پوچھا۔

''جی.....'' مختصر جواب آیا۔

''اور جن لوگوں نے دھوکے سے آپ کی سب چیزیں لے لیں وہ کس حوالے سے آپ کے رشتے دار

www.urdupalace.com

لگتے تھے۔ ددھیالی یا ننھیالی؟'' شہرام کے سوال نے رامین کو بری طرح چونکا دیا۔ اس کے چہرے پر زرد دوپہر اتر آئی۔ ہاتھوں میں واضح کپکپاہٹ تھی۔

''ننھیالی رشتے دار تھے۔ امی کے کزن کی فیملی تھی۔'' اس نے مدھم آواز میں بتایا۔ شہرام نے اس کے رنگ بدلتے چہرے کو دیکھا۔

''حیرت ہے کہ دنیا میں کیا، کیا ہو رہا ہے۔ لوگوں کا خون سفید ہو گیا ہے۔'' وہ تاسف سے بولا۔ رامین خاموشی سے شیشے کے باہر دیکھتی رہی۔

''رامین، آپ اپنی صحت کا خیال رکھیں۔ دوائیوں کا پیچھا چھوڑ دیں۔ خوش رہا کریں، زندگی اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا بہت خوب صورت تحفہ ہے جو صرف ایک بار ہی ملتا ہے۔ آپ کو کسی بھی وقت، کوئی بھی کام ہو تو مجھے بتائیے گا۔ میں آپ کی ہر طرح سے مدد کروں گا۔ دنیا میں سب لوگ برے نہیں ہوتے۔ آج بھی دنیا میں انسانیت موجود ہے تبھی تو دنیا قائم ہے۔'' شہرام نے نرمی سے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

رامین کا ہاسٹل آ گیا تھا..... وہ اپنا پرس سنبھالتی اتر گئی، شہرام بھی از راہِ اخلاق اتر آیا۔ بدحال، پرانی، بوسیدہ سی عمارت رامین کا ہاسٹل تھا۔

''آپ کہیں تو میں کسی اچھے ہاسٹل کا پتا کرتا ہوں..... یہ تو آثارِ قدیمہ کی کوئی عمارت لگتی ہے۔'' شہرام نے رامین کی مدد کے خیال سے کہا۔

''میں یہاں بالکل ٹھیک ہوں۔ میں مہنگے ہاسٹل افورڈ نہیں کر سکتی..... ضروریات تو یہاں بھی پوری ہو رہی ہیں۔'' اس کا لہجہ سادہ مگر افسردہ تھا۔ وہ ایک اداس مسکراہٹ کے ساتھ شکریہ کہہ کر چلی گئی۔ شہرام گاڑی میں آ بیٹھا۔

''بیچاری لڑکی..... اس کا نفسیاتی علاج بھی چل رہا ہے۔'' شہرام نے افسوس سے سوچتے ہوئے گاڑی اسٹارٹ کی اور گاڑی آگے بڑھائی۔

☆☆☆

علیزہ بیڈ کے کراؤن سے ٹیک لگائے بیٹھی تھی۔ کانوں میں ہینڈ فری لگایا ہوا تھا اور تیمور سے فون پر بات کر رہی تھی۔ تیمور بے چینی سے اپنے کمرے میں ٹہل رہا تھا۔

''دو دن بالکل نہیں سویا۔ مسلسل تمہیں فون کرتا رہا مگر تم نے تو میرا فون سننے کی زحمت گوارا ہی نہیں کی۔'' تیمور کے لہجے میں شدید بے قراری تھی۔ اس نے شکوہ کناں انداز میں کہا۔ بھلا آج تک کب کسی لڑکی نے تیمور آفندی کو اگنور کیا تھا۔ لڑکیاں اسے فون کرتی رہتیں۔ اس نے ہمیشہ آسمان کی طرح زندگی گزاری تھی اور آج وہ آسمان، زمین بن گیا تھا۔

''میرے کزنز آئے ہوئے تھے۔ بہت بزی تھی..... تم بتاؤ، کیوں فون کرتے رہے، کیا کوئی خاص کام تھا؟'' علیزہ نے بے نیازی کی انتہا کر دی۔ وہ بے پروائی سے اپنے ناخنوں کو دیکھنے لگی جن پر بہت خوب صورت آرٹ ورک کیا ہوا تھا۔ تیمور اپنی جگہ سن رہ گیا۔ یہاں اس کی جان پر بنی تھی اور وہاں علیزہ کو کوئی پروا ہی نہیں تھی۔ محبت انسان کو کتنا عاجز بنا دیتی ہے، آسمان جیسے لوگ زمین بن جاتے ہیں۔ محبت انسان کے غرور کو توڑ دیتی ہے، انا کو مات دے دیتی ہے۔

''آہ..... خاک ہو جائیں گے ہم تم کو خبر ہونے تک۔'' تیمور نے بڑی دلسوزی سے یہ مصرعہ پڑھا۔

''اتنی اداس شاعری کیوں یاد آ رہی ہے؟'' علیزہ کے لبوں پر مسکراہٹ آ گئی۔

''علیزہ، میں سیریس ہوں جب سے تمہیں دیکھا ہے نہ جانے مجھے کیا ہو گیا ہے۔ نہ دن کو چین ہے نہ رات کو قرار..... بس ہر وقت نظروں کے سامنے تمہارا چہرہ ہی رہتا ہے۔ دل چاہتا ہے ہر گھڑی، ہر لمحہ بس تمہیں ہی دیکھتا رہوں، تم سے باتیں کرتا رہوں۔ میری زندگی میں کئی لڑکیاں آئیں مگر مجھے کبھی کسی نے اتنا متاثر نہیں کیا۔'' تیمور کا لہجہ محبتوں سے چور تھا۔

علیزہ بہت زور سے ہنسی۔ اس کی ہنسی میں ایسی آنچ تھی جسے تیمور نے بری طرح محسوس کیا۔

''کیوں ہنس رہی ہو؟'' تیمور نے اچھنبے سے

www.urdupalace.com

پوچھا۔اس کے خیال میں تو علیزہ کو کچھ اور کہنا چاہیے تھا۔

''یہ تو مجھے پتا ہے کہ تمہاری زندگی میں بہت سی لڑکیاں آئیں اور موسموں کی طرح گزر گئیں۔'' علیزہ نے جلتے بھڑکتے الاؤ جیسے سلگتے لہجے میں کہا۔اس نے طنز کیا تھا یا کچھ جتایا تھا۔تیمور اندازہ نہیں کر سکا۔

''مگر مجھے کبھی کسی سے محبت نہیں ہوئی علیزہ.....''

تیمور نے بہت محبت سے جیسے اسے یقین دلایا۔

علیزہ کی ہنسی قہقہے میں تبدیل ہوگئی۔

تیمور سن بیٹھا رہا۔بھلا اس میں ہنسنے والی کیا بات تھی۔اظہار محبت کا تو بیڑا غرق ہی ہوگیا تھا۔وہ بدمزہ سا ہوا۔

''تمہیں اتنی ہنسی کیوں آرہی ہے؟'' تیمور نے بے بسی سے پوچھا ایسے موقع پر تو لڑکیاں شرمایا کرتی ہیں مگر علیزہ کا ردِعمل بہت مختلف تھا۔

''جولڑکا اتنے سال میری سہیلی کا بوائے فرینڈ رہا اسے مجھ سے محبت ہوگئی..... واہ کیا عجیب بات ہے۔'' علیزہ محظوظ ہوئی۔انداز میں طنز بھی تھا اور گہری کاٹ بھی..... تیمور نے بے بسی سے گہری سانس لی۔

''جمی اور دیگر لڑکیاں میرا ماضی تھیں ایسا ماضی جسے میں کب کا بھلا چکا ہوں۔تم میرا حال ہو اور میں حال میں بہت خوش ہوں..... میں حال میں جیتا ہوں، ماضی میں نہیں.....'' تیمور سنجیدہ ہوگیا۔

''میں نے تمہیں منع کیا تھا کہ اور لڑکیوں کی طرح مجھ سے فلرٹ کرنے کی کوشش بھی نہ کرنا۔'' علیزہ کے لہجے میں کانٹوں کی سی چبھن تھی۔

''نہیں علیزہ.....تم تو میری محبت ہو.....تم سے فلرٹ کرنے کا تو میں سوچ بھی نہیں سکتا۔'' تیمور نے اسے یقین دلاتے ہوئے کہا۔

''یہی بات سب لڑکیوں سے کہتے ہوگے؟'' علیزہ نے مسکرا کر بات ٹالی۔

''کسی لڑکی سے کبھی ایسا نہیں کہا۔یقین کرو، تم پہلی لڑکی ہو جو سیدھا... میرے دل میں اتر گئی۔'' اس نے علیزہ کو یقین دلانے کی کوشش کی۔

''تیمور، میں اور لڑکیوں کی طرح بے وقوف نہیں ہوں سمجھے تم۔'' علیزہ نے سرد لہجے میں جتایا۔

تیمور نے اپنا سر تھام لیا۔علیزہ حیرت انگیز لڑکی تھی۔وہ اتنے واضح اظہار پر شرمائی نہ گھبرائی جیسے اسے تیمور کی بات پر یقین ہی نہیں ہو۔

''اب کیسے یقین دلاؤں تمہیں؟'' وہ علیزہ کو دیکھتے ہوئے بے بسی سے بولا۔

''اگر ممکن ہوتا تو تمہیں اپنا دل چیر کے دکھاتا۔'' وہ جذباتی ہوگیا..... کاش کہ علیزہ اس کے ماضی سے واقف نہ ہوتی۔

''مجھ سے شادی کروگے؟'' علیزہ نے اعتماد سے بلا جھجک سوال کیا۔

الفاظ تھے یا بم.....وہ ساکت رہ گیا۔اسے زبردست جھٹکا سا لگا تھا۔اتنا واضح اظہار.....کوشش کے باوجود وہ کچھ نہ بول سکا۔علیزہ کے انداز میں کوئی جھجک نہیں تھی وہ شاکڈ ہی تو رہ گیا تھا۔

''تم نے جواب نہیں دیا؟'' علیزہ نے بلا جھجک کہا۔

تیمور حیرت سے گنگ تھا۔علیزہ کبھی اتنی بولڈ لڑکی نہیں رہی تھی۔ اسکول میں بات بات پر رونے دھونے والی ڈرپوک اور عام سی لڑکی، آج ایک مغرور، پُراعتماد اور خود شناس لڑکی تھی۔وہ الفاظ ہی ڈھونڈتا رہا اور علیزہ نے اسے پروپوز بھی کر ڈالا۔

''ہاں، علیزہ، میں تم سے شادی کروں گا۔'' اس نے اپنا لہجہ پُراعتماد بنانے کی کوشش کی۔علیزہ نے اچانک ایسا کیوں کہا تھا۔اس کے پاس اس بات کا جواب نہیں تھا۔شاید ایلیٹ کلاس کی لڑکیاں اظہار میں ایسی ہی بے باک ہوتی ہیں۔

''اچھا.....رئیلی.....پھر میں تمہیں بتاؤں گی کہ تمہیں کیا کرنا ہے۔'' علیزہ کی آواز میں چونکا دینے والی خوشی تھی۔اس کے چہرے پر چاندنی جیسی مسکراہٹ آئی تھی۔

تیمور نے علیزہ کی مسکراتی آواز کو سن کر اطمینان محسوس کیا.....جس کام کو وہ بے حد مشکل سمجھتا تھا وہ اتنی

www.urdupalace.com

آسانی سے ہو گیا تھا۔

علیزہ واقعی بہت خاص لڑکی تھی اور اس کا اندازہ تیمور کو آنے والے دنوں میں ہونے والا تھا۔

☆☆☆

وہ امی کے کمرے میں آیا تو وہ ٹی وی پر کوئی ڈراما دیکھنے میں مصروف تھیں۔ آپا چپ چاپ ایک کونے میں بیٹھی تھیں۔ ان کے شوہر نے حال ہی میں دوسری شادی کی تھی۔ تیمور کے مسائل بڑھ رہے تھے۔

''آؤ تیمور..... آج گھر پر کیسے نظر آ رہے ہو؟'' امی نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

''آپ سے بہت ضروری بات کرنے آیا ہوں۔'' تیمور سنجیدگی سے کہتا بیڈ کے قریب آیا۔ امی نے اپنے پیر سمیٹ کر اسے بیٹھنے کی جگہ دی۔

''ہاں کہو، کیا بات ہے۔'' امی نے ریموٹ سے ٹی وی کی آواز کم کرتے ہوئے کہا۔

''امی..... میں ایک لڑکی کو بہت پسند کرتا ہوں، میری اسکول فیلو تھی۔ اس کا نام علیزہ منصور ہے.....'' تیمور نے بات شروع کی امی کا ماتھا ٹھنکا کونے میں بیٹھی آپا بھی چونک کر دیکھنے لگیں۔

''ارے اسکول فیلو اور پھر کالج میں تو وہ تھی تمہاری..... کیا بھلا سا نام تھا.....؟'' امی سر پر ہاتھ رکھ کر بولیں۔

''حمنیٰ .....'' آپا کو یاد آیا۔ حمنیٰ کے بارے میں سب کی یادداشت غضب کی تھی۔

''ایک تو میں حمنیٰ کے ذکر سے تنگ آ گیا ہوں۔ ارے وہ تو کب کی امریکا چلی گئی۔'' تیمور نے بیزاری سے کہا۔ آخر کب تک وہ حمنیٰ کے طعنے سنتا رہے گا۔

''امی علیزہ بہت بڑے بزنس مین کی بیٹی ہے، امریکا سے پڑھ کر آئی ہے۔ بہت سالوں بعد میری اس سے کلب میں ملاقات ہوئی ہے۔ وہ اپنی ذاتی مرسیڈیز میں آتی جاتی ہے۔ دولت تو ان کے گھر کی لونڈی ہے، اس کے پاپا منصور بلڈرز کے چیئرمین ہیں۔ سارے ملک میں ان کے پلازے چل رہے ہیں اور علیزہ نے مجھ سے خود شادی کی خواہش کا اظہار کیا ہے۔''

تیمور نے ماں کو بتایا۔ امی اور آپا خوش ہو گئیں۔ دونوں نے مسکراتی نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھا۔

''اچھا! تو پھر ہم کب چلیں ان کے گھر؟'' امی تو فوراً ایکسائٹڈ ہو گئیں۔ ایسی بہو تو چراغ لے کر ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتی۔

''علیزہ خود بتائے گی، امی وہ بہت بڑے لوگ ہیں، یوں سمجھ لیں کہ خوش قسمتی خود ہمارے دروازے پر دستک دینے آئی ہے۔'' تیمور نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''ہاں دیکھو، گھر میں کتنی پریشانیاں ہیں..... سویرا کے شوہر نے دوسری شادی کر لی اور وہ میکے آ گئی۔ تم نے اپنا کاروبار شروع کیا مگر گھاٹا ہو گیا۔ اب بھی کبھی کاروبار چلتا ہے تو کبھی نہیں چلتا۔ ہمیں ایسی ہی بہو کی ضرورت تھی۔'' امی کے دل پر سے جیسے کوئی بوجھ اتر گیا تھا۔

''امی، بڑے گھر کی لڑکیاں بہت اچھی ہوتی ہیں، اپنے کام سے کام رکھتی ہیں۔ انہوں نے کسی چیز کی کمی نہیں دیکھی ہوتی اس لیے ان میں چھچھورا پن نہیں ہوتا۔'' آپا نے کہا وہ تو علیزہ کو دیکھے بغیر ہی اس سے متاثر ہو گئی تھیں۔

''تو اور کیا! تیمور تم علیزہ سے پوچھ کر بتا دینا۔ ہم تو اس کے گھر جانے کے لیے بے چین ہیں۔'' امی نے خوشی اور اطمینان بھرے انداز میں کہا۔

''ٹھیک ہے امی، میں علیزہ سے پوچھ کر بتا دوں گا۔'' تیمور مسکرایا۔ اس کا سر فخر سے اونچا ہو گیا۔ سب کے چہروں پر خوشی تھی۔

☆☆☆

شہرام، احمر کے یوں غائب ہونے پر فکر مند تھا۔ وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ آخر احمر اس سے کیوں بھاگ رہا ہے۔ احمر کو آخر کیا خوف تھا۔ اسی تجسس کے ہاتھوں مجبور ہو کر اس نے باقی دوستوں سے احمر کے متعلق پوچھا۔ ایک دوست سے معلوم ہوا کہ احمر سیر و تفریح کے لیے مری ہو گیا ہوا ہے۔ شہرام نے یہ اطلاع سنی تو

www.urdupalace.com

عجیب سی کیفیات کا شکار ہو گیا کہ احمر اس سے بچنے کے لیے شہر سے چلا گیا اور انہی دنوں شہرام کو بھی دفتر کے کسی کام سے مری جانا پڑ گیا تھا۔ شہرام اسی صبح مری کے لیے نکلا۔

حیرت انگیز طور پر شہرام نے بس میں بیٹھے ہوئے اپنی سیٹ سے کئی سیٹیں آگے بیٹھی رامین کو دیکھا۔ رامین بھی اسے ایک نظر دیکھ چکی تھی مگر اس نے اسے نظر انداز کر دیا۔ شہرام کو حیرت ہوئی۔

احمر مری میں تھا، رامین مری جا رہی تھی اور شہرام بھی مری جا رہا تھا۔ یہ کیسے عجیب اتفاقات تھے۔ وہ سارے راستے یہی سوچتا رہا۔ رامین نے مڑ کر اسے نہیں دیکھا۔ وہ اپنے ہی خیالوں میں گم تھی۔ شہرام نے ایک دوست سے اس ہوٹل کا پتا کروالیا تھا جہاں احمر ٹھہرا ہوا تھا۔ احمر کے پاس ضرور ایسا کچھ تھا جو اسے خوفزدہ کیے ہوئے تھا اور رامین شاید سیر کرنے مری جا رہی ہے سر پھری سی لڑکی ہے کسی بھی وقت کچھ بھی کر سکتی ہے۔ لمبا راستہ سوچوں میں گزر گیا۔

بس منزل پر پہنچی تو سب مسافر اپنے، اپنے سامان کی فکر میں پڑ گئے۔ شہرام نیچے اترا۔ رش میں اِدھر اُدھر دیکھا مگر رامین کہیں نظر نہیں آئی اور تھوڑی دیر بعد جب رش کم ہوا تو اسے محسوس ہوا کہ رامین وہاں سے چلی گئی ہے۔ نہ جانے اسے کس بات کی جلدی تھی۔ کاندھے پر بیگ لٹکائے وہ ہوٹل کی طرف چلا۔ وہاں ایک کمرا بک کروایا۔ سامان رکھا اور باہر نکل آیا۔ یہی ہوٹل تھا جہاں احمر ٹھہرا ہوا تھا۔

احمر اسے گیٹ سے اندر آتا دکھائی دیا۔ احمر کی نظر شہرام پر پڑی تو وہ بری طرح ٹھٹک گیا۔ اسے اس جگہ اس وقت شہرام کو دیکھنے کی قطعاً امید نہیں تھی۔ اس کے قدم گویا زمین نے جکڑ لیے۔ شہرام اس کی حیرت سے محظوظ ہوا۔

''اوہ تم یہاں.....؟ کیسا عجیب اتفاق ہے۔'' شہرام کے لبوں پر طنزیہ مسکراہٹ تھی۔ اس نے جینز کی جیبوں میں ہاتھ ڈالتے ہوئے بڑی جتاتی ہوئی نظروں سے احمر کو دیکھا۔ احمر شاکڈ کھڑا رہا۔ کیا شہرام اس کے پیچھے یہاں تک آیا تھا۔

''ہاں بس چند دنوں کے لیے سیر و تفریح کرنے آیا ہوں..... تم سناؤ..... یہاں کیسے؟'' احمر نے تھوک نگلتے ہوئے کہا۔

''آفس کے کام سے آیا ہوں۔'' شہرام کی آنکھیں جنوری کی خنک شام جیسی سرد تھیں۔

''ہر جگہ تمہارا پتا کیا ہے، تمہارے گھر جاتا رہا، تمہیں فون کرتا رہا مگر تم تو یوں غائب ہوئے جیسے کوئی چوری کی ہو؟'' شہرام نے برف لہجے میں جتاتے ہوئے کہا۔ احمر نے نظریں چرا لیں۔

''میں شہر میں نہیں تھا۔ کسی کام سے شہر سے باہر گیا ہوا تھا۔ وہاں سگنلز پرابلم تھا پھر یہاں آ گیا۔ سوری تمہیں رنگ بیک نہیں کر سکا۔'' احمر نے خود کو سنبھال کر بات بنائی۔

''تو اچھا ہوا، یہاں مل گئے۔ مجھے تم سے ضروری بات کرنی ہے۔'' شہرام نے اسے دیکھتے ہوئے بے حد سنجیدگی سے کہا۔

''بالکل..... ہم تفصیل سے بات کریں گے۔ میں ابھی تھکاوٹ سے آ رہا ہوں، سخت تھکا ہوا ہوں..... ہم کل بات کریں گے۔'' احمر نے نرمی سے معذرت کر لی..... دوسرے معنوں میں خوب صورتی سے جان چھڑائی۔

شہرام اسے دیکھتا رہ گیا۔ یہ احمر اس احمر سے کتنا مختلف تھا جسے وہ بچپن سے جانتا تھا۔ نہ جانے احمر کب اور کیسے بدل گیا، اسے کیوں نہ پتا چلا۔ احمر تیز، تیز قدم اٹھاتا اندر چلا گیا۔ شہرام گیٹ کے قریب کھڑا رہ گیا۔

☆☆☆

یہ صبح سیپ میں بند موتی کی طرح خوب صورت اور حسین تھی۔ شہرام تھکن کے باوجود سویرے ہی اٹھ گیا۔ وہ ناشتے کے بعد بالکونی میں کھڑا ہو گیا، اس کے بعد ہوٹل سے باہر آ گیا اور یونہی واک کرتا ہوا سڑک پر آ گیا۔ اس کا ہوٹل مال روڈ سے ہٹ کر تھا۔ مری کی

www.urdupalace.com

اونچی نیچی سڑکیں بندے کو جیسے خود سے چلاتی ہیں۔ ڈھلان کی طرف جانا ہو تو پاؤں خود بخود چلنے لگتے ہیں اور اونچائی پر جانا ہو تو کنارے لگی ریلنگ سہارے کا کام دیتی ہیں۔ مری کی درختوں سے بھری پہاڑیاں اپنے دامن میں چھوٹے بڑے کھپریل کے مکانوں کو لیے ایک خوب صورت نظارہ پیش کر رہی تھیں۔ وہ سر اٹھائے قدرت کی صناعی دیکھتا دور تک نکل آیا۔ پہاڑی علاقوں میں اور وہ بھی گرمیوں میں صبح بہت جلد ہو جاتی ہے اس کی میٹنگ دوپہر میں تھی۔ سو اس کے پاس اچھا خاصا وقت تھا۔ وہ اکیلا تھا اس نے سوچا کیوں نہ کشمیر پوائنٹ کا چکر لگا لیا جائے یوں وہ اپنی دُھن میں چلتا چلا گیا۔ راستے میں کہیں بھٹے بھونتے بچے اس کے پیچھے پڑ جاتے کہیں کوئی بچہ انجیر کے پتوں پر چند انجیر لیے اس کے قریب آ جاتا کہیں نشانے باز تو کہیں وزن کی مشین لیے بوڑھے..... ان سب نظاروں سے وہ لطف اندوز ہوتا چلا جا رہا تھا سورج جب اوپر وادی پر پڑتا تو ایک عجیب عکس منعکس ہوتا اور لگتا قوس قزح کے رنگ سورج کی کرنوں میں بھر گئے ہوں۔

ابھی وہ قدرت کی صناعی سے محظوظ ہوتا چلا جا رہا تھا کہ ایک طرف نسبتاً ایک چوڑے گھاس کے قطعے پر خوب صورتی سے نصب بینچوں میں سے ایک پر اسے رامین بیٹھی نظر آئی۔ سیاحوں کو لبھانے کے لیے انتظامیہ نے جگہ، جگہ اس طرح کے چھوٹے، چھوٹے پارکس بنا دیے ہیں کہ تفریحی کی غرض سے آنے والے فوٹو گرافی بھی کر لیں اور چلتے، چلتے تھک جانے کے باعث کچھ دیر سستا بھی لیں۔

نتھیا گلی کی خوب صورت وادی سدا بہار درختوں اور جنگلی سفید پھولوں سے سجی ہوئی تھی۔ کہیں پہاڑوں کے دامن میں جھرنوں کا ترنم دل کھینچتا تو کہیں جنگلی پھولوں کے گرد چکراتی تتلیاں نظروں کو باندھ دیتی۔ حدِ نظر تک نم، نم سبز گھاس۔ وہ ایک شوخ دُھن پر سیٹی بجاتا چلا جا رہا تھا کہ اچانک اس کے قدموں کو بریک لگ گئے۔ وہ یک دم رک گیا۔ حیرت سے سامنے کی طرف دیکھا۔ آنکھیں پھاڑ کر دیکھتا رہا پھر اپنی بصارت پر یقین کر لیا۔ پھولدار پودوں کے قریب نصب بینچ پر رامین بیٹھی تھی..... ہاں رامین ہی تھی۔ ایپل گرین شیفون کے سوٹ میں ملبوس وہ دنیا جہان سے بے خبر نظر آ رہی تھی۔ اس کے چمکیلے سیاہ بال ہوا میں اڑ رہے تھے۔ اس کے قریب ہی اس کا بڑا سا ہینڈ بیگ رکھا تھا۔

شہرام سڑک سے اس سبزے پر اترا اور قدم اٹھاتا رامین کی سمت آنے لگا۔

''ہیلو مس رامین!'' اس نے خوش دلی سے ہاتھ ہلاتے ہوئے کہا۔ وہ بلو جینز اور لائٹ پنک ٹی شرٹ پہنے ہوئے تھا۔ دائیں کلائی پر گھڑی بندھی ہوئی تھی۔ اس کے سفید جوگرز مٹی سے داغدار ہو رہے تھے مگر اسے پروا نہیں تھی۔ وہ موسم اور یہ وقت انجوائے کر رہا تھا۔

''ہیلو.....'' رامین کی آواز مدھم تھی۔ اس کے چہرے پر بے پناہ حزن تھا۔ آنکھوں میں نمی تھی اور یہ نمی اس کی آنکھوں کو مزید خوب صورت بنا رہی تھی۔ پہلی نظر ہی میں وہ بے حد اپ سیٹ نظر آئی۔

''ہم ایک ہی بس میں آئے ہیں مگر آپ سے بات ہی نہیں ہو سکی۔'' وہ یونہی بات کرنے کی غرض سے بولا۔

''سفر میں بھلا کیا بات چیت ہو سکتی ہے۔'' اس نے کھوئے، کھوئے انداز میں کہا۔ اور جھکی نظریں اٹھا کر شہرام کو دیکھا۔ اس کی نظریں کسی اداس غزل کی طرح افسردہ تھیں۔

شہرام کے چہرے پر خوشگوار مسکراہٹ تھی۔ اس کا دراز قد نمایاں لگ رہا تھا۔ چہرے پر تازہ شیو کی نیلاہٹیں تھیں۔ روشن سیاہ آنکھوں میں بے حد نرمی تھی۔ بلاشبہ وہ بے حد ہینڈسم اور اسمارٹ بندہ تھا۔

''یہ بھی ہے، آپ سن 60ء کی دکھی ہیروئن کی طرح اداس کیوں بیٹھی ہیں؟ کیا کسی نے آپ کا والٹ چرا لیا ہے؟'' شہرام نے شگفتہ انداز میں مسکرا کر کہا۔ ہر بار یہ لڑکی اسے دکھی اور پریشان ہی نظر آئی تھی۔

''نہیں..... بس ایسے ہی.....'' وہ غائب دماغی سے سامنے درختوں میں چھپے پرندوں کو دیکھنے لگی۔

www.urdupalace.com

''کیا میں یہاں بیٹھ سکتا ہوں؟'' شہرام کا وہاں بیٹھنے کا ارادہ نہیں تھا مگر رامین کو اداس دیکھ کر وہ بلا ارادہ ہی وہیں بینچ پر بیٹھ گیا۔

''کیسا رہا آپ کا ٹرپ؟'' اس نے رامین کو دیکھتے ہوئے مسکرا کر پوچھا۔

''بہت اچھا.....'' مدھم آواز میں جواب آیا۔

رامین کا لباس بہت خوب صورت تھا۔ چہرے پر ہلکا ہلکا میک اپ بھی کیا ہوا تھا یوں جیسے کہیں جانے کو کسی سے ملنے کو تیار ہو۔ اس کے آنچل کا ایک کونا زمین کو چھو رہا تھا۔

''غالباً آپ کہیں جا رہی ہیں؟'' شہرام اس کی غائب دماغی اور اداسی محسوس کر رہا تھا۔

''جی..... کسی سے ملنے جانا ہے مجھے..... وقت رک سا گیا ہے..... آگے ہی نہیں بڑھ رہا۔'' اس کی آواز ڈوبتے ستاروں جیسی اداس تھی۔

''اتنی صبح آپ کو کس سے ملنے جانا ہے؟'' شہرام کو وہ بے حد پُراسرار لگی۔

''کوئی بہت اپنا یہاں رہتا ہے۔'' پہیلیوں والا جواب آیا۔

''اوآئی سی.....'' شہرام نے گہری سانس لے کر کہا۔ سامنے بیٹھی لڑکی ایک پہیلی تھی جسے باوجود کوشش کے وہ حل نہیں کر پایا تھا۔

''دل تو میرا یہیں رہتا ہے۔ انہی وادیوں میں..... بس خالی وجود لے کر واپس جاتی ہوں۔'' کھویا ہوا، شکستہ، ٹوٹا ہوا لہجہ اور نم آواز شہرام کی آنکھوں میں تحیر ابھرا۔

''آپ رو رہی ہیں؟'' شہرام نے اس کی بھیگی پلکوں کو دیکھ کر اچنبھے سے پوچھا۔ رامین نے رخ موڑ کر اپنی آنکھیں صاف کیں، شہرام کو بہت افسوس ہوا۔ زمانے کی ستائی ہوئی ایک دکھی لڑکی..... جو زندگی سے جدوجہد میں مصروف تھی۔

''رامین! آپ کیوں رو رہی ہیں؟ رونے والی آخر کیا بات ہے، مجھے بتائیں پلیز۔'' شہرام نے بے حد ہمدردی سے کہا۔ وہ اس کے یوں رونے سے قدرے بے چین ہو گیا تھا۔

''آپ نہیں سمجھیں گے۔'' رامین نے شہرام کی طرف دیکھتے ہوئے بھیگی آواز میں کہا۔

بھیگے رخسار، نم پلکیں اور آنکھوں میں چمکتا پانی..... اور بس یہی ایک پل تھا..... یہی لمحہ..... جب شہرام خان کا دل بدل گیا..... رامین نے ہوا سے اڑتے سیاہ بالوں کو ہاتھ سے پیچھے کیا۔

شعاعیں بکھیرتی خوب صورت اور اجلی صبح، بادلوں سے ڈھکا آسمان، سرسبز درختوں میں چھپے پرندوں کی چہچہاہٹ، پھولوں کی گود میں بیٹھی رنگین اور نازک تتلیاں، درختوں کے گرد دوڑتی بھاگتی گلہریاں اور سنگی بینچ پر بیٹھی اِک اداس اور روتی ہوئی لڑکی..... جس کے حسین چہرے پر آنسوؤں کی نمی تھی اور جس کی موی انگلیاں اپنے آنسو چن رہی تھیں۔

زندگی میں کتنے سال، کتنے مہینے، کتنے دن اور کتنے لمحے آتے ہیں۔ مگر ساری زندگی میں کچھ پل ایسے آتے ہیں جو بہت قیمتی ہوتے ہیں..... اور جو سالوں پر بھاری ہوتے ہیں، جن کا جادو ساری زندگی قائم رہتا ہے۔ شہرام خان کی زندگی کا یہ ایسا ہی قیمتی لمحہ تھا۔

مری کی یہ سرسبز وادی اسے دنیا کی حسین ترین جگہ لگی۔ یہ ایک لمحہ جس نے شہرام کے دل کو بدل دیا تھا..... وہ اس لمحے پر حیران بیٹھا رہ گیا۔ اسے سمجھ نہیں آئی کہ یک دم دل کیسے بدل جاتے ہیں۔ وہ اپنی بدلتی کیفیات اور محسوسات پر دم بخود رہ گیا..... وہ تو اس لڑکی سے بیزار رہا کرتا تھا لیکن اس کے باوجود وہ اس کے ذہن میں ہمیشہ کسی نہ کسی حوالے سے موجود رہتی تھی اور آج یہ لڑکی اس کے دل میں سما گئی تھی۔ وہ اس اچانک حادثے پر انگشت بدنداں رہ گیا۔ سب لفظ گم ہو گئے، سب دلیلیں گونگی ہو گئیں۔ اس کا دل چاہا وہ رامین کے چہرے کو بار بار دیکھتا رہے۔ اس کے سب آنسو اپنی انگلیوں کی پوروں سے چن لے۔ شہرام نے غیر ارادی طور پر رامین کے دوپٹے کا پلو اٹھایا جو زمین کو

www.urdupalace.com

چھو رہا تھا۔ شہرام نے اٹھ کر جانا چاہا مگر وہ ہل بھی نہیں سکا۔ اس نے کچھ کہنا چاہا مگر زبان نے ساتھ نہیں دیا وہ جھکنا نہیں چاہتا تھا مگر جھک گیا تھا زندگی میں ہمیں بہت سے سرپرائز ملتے ہیں، کچھ اچھے ہوتے ہیں کچھ برے..... اور کچھ انسان کو ہلا دیتے ہیں۔

''کبھی کبھی زندگی بہت مشکل ہو جاتی ہے۔'' رامین نے دلگرفتگی سے کہا۔ وہ سامنے درختوں سے الجھی سورج کی کرنوں کو دیکھ رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں کسی ادھوری کہانی جیسا خالی پن تھا۔

وہ سن بیٹھا سنتا رہا۔ رامین اسے ورڈز ورتھ کی نظموں کا کوئی کردار لگی اور وہ جیسے دریائے ٹیمز کے کنارے بینچ پر بیٹھا شعر کہہ رہا ہو۔

''اتنی مشکل کہ انسان کو موت آسان لگتی ہے۔'' وہ افسردہ تھی یا کتھارسس کا کوئی سلسلہ تھا۔ وہ ٹکٹکی باندھے اس کے چہرے کو دیکھتا رہا۔ اسے لگا دنیا کا حسین ترین چہرہ یہی تو ہے یہی وہ چہرہ ہے جس کی تعریف میں شاعروں نے دیوان کے دیوان بھر رکھے ہیں۔

''ایسی باتیں نہ کریں رامین..... زندگی چیلنجز کا نام ہے۔ آپ اتنی اپ سیٹ کیوں ہیں۔ مجھے بتائیں، ہوسکتا ہے کہ میں آپ کی کچھ مدد کرسکوں..... مجھے اپنا دوست سمجھیں..... اپنی ذات کے خول سے باہر نکلیں۔'' شہرام نے اپنائیت اور نرمی سے کہا۔

رامین نے چونک کر اسے دیکھا۔ اس کا چہرہ بے حد سنجیدہ تھا۔ وہ گل بکاؤلی کی کہانیوں کی حسین اور خوب صورت شہزادی لگ رہی تھی۔ اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ اپنی انگلیاں مروڑتے ہوئے درخت کی شاخ پر بیٹھی چڑیاں دیکھ رہی تھی اس کے چہرے پر خزاں کے موسم کی ویرانی اتر آئی تھی۔ کتنے ہی پل خاموشی سے گزر گئے۔

''رامین! کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ آپ کا یہاں کون رہتا ہے؟'' شہرام نے اس کی خاموشی کو بری طرح محسوس کیا۔ وہ اس کے چہرے پر سے نظریں نہیں ہٹا سکا تھا۔

''آپ مائنڈ نہ کیجیے گا شہرام..... مگر میں اپنے پرسنلو کسی سے شیئر نہیں کرتی، دوستوں سے بھی نہیں.....'' نرم لہجہ مگر سخت الفاظ..... شہرام نے اصرار نہیں کیا۔

''مگر آپ کو زندگی میں کبھی میری ہیلپ کی ضرورت پڑے تو مجھے ضرور بتائیے گا۔'' اس نے رامین کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے نرمی سے کہا۔

''میں چلتی ہوں، مجھے ایک جگہ ضروری جانا ہے۔'' رامین نے خود کو کمپوز کیا۔ اپنا آنچل ٹھیک کیا اور ہینڈ بیگ کندھے پر لٹکا لیا۔ اس نے شہرام کی بات کو اہمیت ہی نہیں دی۔

''میں چلتا ہوں آپ کے ساتھ آپ کو چھوڑ آتا ہوں۔'' اس کے لہجے میں بے پناہ خلوص اور فکرمندی تھی۔

رامین نے شہرام کے بدلے ہوئے انداز کو محسوس کرلیا۔ اس کی آنکھیں کسی منجمد جھیل کی طرح سرد ہوگئیں۔

''جی نہیں شکریہ..... میں چلی جاؤں گی۔'' وہ فوراً اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس کا لہجہ برف زاروں جیسا سرد اور خنک ہوگیا۔ شہرام بھی اپنی جگہ سے کھڑا ہوگیا۔

''مگر آپ کو جانا کس طرف ہے؟'' شہرام متجسس ہوگیا۔

''مجھے جہاں بھی جانا ہے..... میں چلی جاؤں گی۔'' وہ سپاٹ انداز میں کہتی آگے کی طرف جانے لگی۔ شہرام اس کے عجیب و غریب رویے پر دم بخود رہ گیا۔ اسے کوئی خیال آیا تو دو دو قدم پھلانگتا ہوا اس کے قریب آیا۔

''رامین..... میری بات سنیں.....'' اس نے اسے متوجہ کرنے کی کوشش کی۔

''پلیز اب آپ میرا پیچھا نہ کریں۔'' وہ مڑے بغیر بولی۔ شاید وہ شہرام سے جان چھڑانا چاہ رہی تھی۔ شہرام اس کی بات پر ہکا بکا رہ گیا۔

''میں تو بڑا شریف آدمی ہوں، لڑکیوں کا پیچھا نہیں کیا کرتا..... یہ تو بتا دیں کہ آپ کہاں ٹھہری ہوئی

www.urdupalace.com

ہیں؟'' شہرام نے اس کی بات پر سٹپٹا کر جیسے اپنی صفائی دی۔ وہ رامین سے چند قدم کے فاصلے پر چل رہا تھا۔ رامین نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ تیزی سے آگے بڑھتی جارہی تھی۔ شہرام اس کے عجیب وغریب رویے کو سمجھ نہیں پایا۔

''میں اس لیے کہہ رہا ہوں کہ کہیں اجنبی جگہ پر آپ کو کوئی مشکل نہ پیش آئے۔'' شہرام نے فکرمندی سے کہا۔

''یہ اجنبی جگہ نہیں ہے۔ میں ہر ویک اینڈ پر یہاں آتی ہوں۔'' اس نے مڑے بغیر کچھ سرد مہری سے کہا۔

''لیکن آپ میری بات تو سنیں۔'' وہ کچھ الجھ کر بولا۔

''آپ یہیں رک جائیں۔'' رامین نے دبے، دبے تحکم بھرے لہجے میں کہا اور ہاتھ اٹھا کر شہرام کو وہیں رکنے کا اشارہ کیا۔ شہرام بے اختیار ٹھہر گیا۔

رامین اسے وہیں روک کر آگے بڑھ گئی اور درختوں کے جھنڈ کے پیچھے غائب ہوگئی۔ یہاں سے کئی راستے آگے پیچھے اوپر نیچے جاتے تھے۔ شہرام حیرت زدہ وہیں کھڑا رہ گیا۔ وہ رامین کے رویے کو قطعی سمجھ نہیں پایا تھا۔ کیسی عجیب وغریب سی لڑکی تھی۔

''آہ شہرام میاں..... کیا بنے گا تمہارا۔'' وہ حیرانی کے عالم میں چلتا ہوا واپس سڑک پر آ گیا۔

''اُدھر احمر، اِدھر رامین..... دونوں کے سراغ ہی نہیں مل پا رہے تھے۔'' یہ سب کیا ہو رہا تھا اس کی سمجھ سے باہر تھا۔ رامین کی باتیں، احساسات، کیفیات سب عجیب تھیں۔

''نہ جانے یہاں اس کا کون رہتا ہے۔ مگر جو بھی ہے، وہ اس سے بہت کلوز ہے، کون ہوسکتا ہے..... کسی سینی ٹوریم میں زیرِ علاج کوئی نانی، دادی، خالہ، پھوپی یا شاید ماموں، چاچا، تایا، دادا، نانا یا کوئی اور اپنا..... یا یہاں اس کے کوئی رشتے دار رہتے ہوں گے..... یا ہوسکتا ہے، اس کی طرح کی کوئی دکھی سہیلی یہاں رہتی ہو، ان وادیوں میں رہنے والی کوئی پہاڑی لڑکی.....''

وہ سوچوں میں غرق چلتا جارہا تھا۔ ''یا شاید.....'' اگلے خیال نے اس کے چودہ طبق روشن کردیے تھے..... ''یا شاید کوئی ایسا جسے وہ چاہتی ہو..... شاید وہ کسی سے محبت کرتی ہے۔'' شہرام کے دل میں درد سا اٹھا۔ اس کے قدم سست ہوگئے، اسے لگا جیسے صبح کے اجالوں پر تاریکی پھیل رہی ہے۔

''اگر ایسا ہے تو رامین کو خوش ہونا چاہیے۔ وہ رو کیوں رہی تھی۔ شاید یہ محبت یک طرفہ ہو..... مگر یک طرفہ کیسے ہوسکتی ہے۔ وہ اتنی دور سے ہر ویک اینڈ پر یہاں آتی ہے۔ لاہور سے ہر ہفتے مری، انسان یونہی تو نہیں آسکتا ناں..... اور اس نے خوب صورت سا لباس پہنا ہوا تھا۔ میک اپ بھی کیا ہوا تھا۔ اسے کہیں ضروری جانا تھا تو کیا وہ اپنے محبوب سے ملنے جارہی تھی..... مگر اس کے آنسو.....'' شہرام الجھے ذہن کے ساتھ سوچتا جارہا تھا۔ اس کے دل کی زمین پر اندھیری رات اتر آئی تھی۔ اسے لگا جیسے اس کی روح کو گرہن لگ رہا ہے۔

''مگر یہ بھی تو ہوسکتا ہے کہ ایسی بات نہ ہو پھر رامین ہاسٹل میں کیوں رہتی ہے۔ اس کی شادی ہوجانی چاہیے۔ ممکن ہے کوئی اور بات ہو.....'' اس نے خود کو تاویلیں دیں، تسلی دی۔

''یا..... کہیں کسی سینی ٹوریم میں اس کا محبوب تو زیرِ علاج نہیں..... رامین کو بھی ایک بیمار آدمی ہی ملا تھا محبت کرنے کے لیے۔'' اس نے مایوسی سے سوچا۔

نہ جانے کیسے وہ ہوٹل واپس پہنچا..... اب اسے میٹنگ کے لیے تیار ہونا تھا۔ رامین کے آنسو اب اس کے دل پر گر رہے تھے..... ''زندگی کی خوشیوں پر رامین کا بھی تو حق ہے۔ آخر کب تک وہ ان آنسوؤں کے ساتھ جیے گی.....'' اس نے سوچ لیا..... کہ وہ رامین کو اس کی خوشیاں لوٹانے میں ضرور مدد کرے گا..... چاہے خود اس کا اپنا دل آنسو بن جائے، اسے منظور تھا اس نے الجھے ہوئے ذہن کے ساتھ آفس کی میٹنگ اٹینڈ کی اور واپس ہوٹل آ گیا۔

www.urdupalace.com

Advertisement at Urdu Palace

Are you looking for an affordable website to advertise your business?
Urdu Palace offers lowest rates for all advertisers.
For Advertisement of your brand or business on our website call us or contact through

Whatsapp on following numbers:+92-348-8709449,+92-303-5110135

www.urdupalace.com